



تاریخوں میں ایک جریغہ

ایڈیشن، عاصمہ عثمانی دہلی دیوبند

سلامت :- سات روپے
۱۰۰

۲۳ نیپی
دس آنے

اچن-قہت

سالہ نی روپی

فی پرچہ
وں آنے



نهرست مصایب مطابق ماه جون ۱۹۷۲

۱	آمناز تکن.....
۲	لقدیم الحدیث.....
۳	علی کی ڈاکٹ
۴	شاہزاد اسلام کے آخری محاذ.....
۵	کیا ہم مسلمان ہیں.....
۶	جبلِ نماں کا رفرانہ
۷	مسجد سے بیخانے تک.....
۸	کمسہ کھوٹے.....

اشد ضروری اگر دارے میں شرخ نہیں ہے تو سمجھ لیجئے کہ اس پر پہ آپکی خریداری ختم ہے۔ با تو منی آٹھوست سالانہ قرض صعبیں یادی پی کی اجازت دی۔ اگر آنکہ خریداری جاری نہ رکھنی چاہئے بھی اطلاع دیں۔ خاموشی کی صورت میں اگل پرچم وی پی سے بھیجا جائے گا جسے دھول کرنا آپ کا اخلاقی فتنہ خ ہو گا۔ دی نی سات روئے ہلکے نشیبے کا ہو گا) سنی آرڈر ہجھکر آپ دی لی خرچ سے کچ جائیں گے۔

پاکستانی حضرت۔ پاکستانی حضرت پیر حنفہ بخاری سید احمد آرڈر اور ایناں کوکرن تیسیں محمد بن رسالہ حاری کردا رہا ہے گا۔

رسیل را در خط و کتابت کاتپه
دفتر تبلیغی دیوبند ضلع سہارنپور (دہلی)
پیر آنی بخش کالونی - کراچی (پاکستان)
فاضل دینبند
عامر عثمانی
پاکستانی حضرت - مکتبہ عثمانیہ ۲۲۸- میانا بازار

عامر عثمان پر نظر پولیس نے "بینشناہ برومنڈ" پولیس دیوبند سے چھوڑ کر ایسے ففر جعلی دیوبند سے شائع کیا۔

اَغْنَىُّ سِنَنٍ

ہمیں تھوڑے ہیں رہا تھا۔ لیکن اس اعتراض کے ساتھ یہ بھی لگنا رہا
ہم ضرور کریں گے کہ ہمارے اعتراض کو گمراہی جامد پیر وی کے عوض
حقیقت پر نتاد اور عدل کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے۔

ہمارا بینادی ذریں قرآن کے پاس میں یہ ہے کہ اس کے
الفاظ اور معانی میں کتنی بھی نکتہ سخوان کی جائیں، لیکن یہ بات سب سے
زیادہ اچھر کر سامنے آئی چاہیے کہ مقصود خداوندی کیا ہے۔ ظاہر
ہے نہ دل آیات کا مصیر اصلی تو یہی تھا اور یہ کہ ہدایات ربانی
کو سمجھا جائے اور سمجھ کر عمل کیا جائے۔ صرف دنخوا کے قواعدہ ادنی
صناف دیدائیں، نکات غامضہ اور زبان دادیں کے محاسن و نظمائیں
سب ثانوی درجے میں ہیں۔ لگے ہندے ہے تو اعد کو آیات قرآنی پر
اس طرح منطبق کرنا کہ نشانت کام ہی بدل جاتے صحیح طریقہ ہیں ہے،
بلکہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ منشاء کام ہر حال میں مقدم اور نتی�اں رہے
چاہے صرف دنخوا کے کسمی قواعدے میں نہیں ہی کوئی پہچانے۔

اپ دیکھ سکتے ہیں مثال کے طور پر کافی اور اس کے صحیح
قرآن میں بے شمار جگہ استعمال ہوئے ہیں۔ کافی قواعدے کی رو سے
فضل ماضی ہے، لیکن قرآن کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ ہر جگہ اس کے
معنی ماضی کے نہیں لئے جاستے، بلکہ موقع اور محل کے اعتبار سے یہ
ماضی حال اور قبل سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مگر مایہ اسلامی
مفہوم میں نازل ہوا ہے۔

اسی لمحہ کی مثال یہ ہے جو لم تفعل ایسا ہے۔ اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں:-

دَإِنْ لَكُثُمْ بِعْدِي سُفْرٍ وَلَمْ تَعْدُ دُكَّاسًا فَوْهُنَّ مَعْبُوذَةٌ (ذوقی)	اور اکثر سفریں ہو اور نہ پادکنی لکھنے والا لوگوں کا تھام مَعْبُوذَةٌ
---	---

گذشتہ شما سے ہیں ہم سے تغیر مسلمانوں پر تبصرہ کیا تھا۔
سماں میں نہوں پر اس کا ہبہ چرچا ہوا۔ اس سلسلے میں ایک فاضل دوست
نے جھیں عربی زبان و ادب پر عبور حاصل ہے اور مطالعہ بھی ان کا
درست ہے جسیں ہماری ایک غلطی پر منبتہ کیا ہے جو اس اعتبار سے
فاسٹنٹیں کھلانے کی سختی ہے کہ اس کا تعلق عربی گرامر کے ایک
بالکل ابتدائی قواعدے سے ہے۔

ہم نے قاتِ لَمْ لَفْعَلُو ا کے اس توجیہ پر کہ:-

"یہ اگر تم گذشتہ زمانے میں بھی نہ کر سکے۔"

اعراض کی تھاکری غلط ہے۔ ہمارا ایک تعجبی فقرہ یہ ہے:-

"اُس درشار و ربانی میں گذشتہ زمانے کا ذکر کہاں سے
آدا خل ہوا۔"

فاضل دوست نے ارشاد فرمایا ہے کہ گرامر کی رو سے لم
داخل ہونے کے بعد ماضی ہی کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں، اس لئے
یہ کہنا بے خبری کی ذمیں ہے کہ گذشتہ زمانے کا ذکر کہاں سے آدا خل
ہوا۔ اس سلسلے میں بوصوںتے ہماری زبانی گھنٹوں بھی ہوتی ہے۔ ہم نے
ان سے گذارش کی تھی کہ وہ اپنی فہم و تبیہ کو تحریری شکل دیکھیں
غایب فرمادیں ہم سے جعلی میں شائع کر دیں گے۔ لیکن وہ اپر راضی
نہیں ہوئے۔ اب ہمارا اضیر کسی طرح یہ گوراہیں کر رہا ہے کہ جس
قصور پر ہم مطلع کیا گئے ہے وہ مخفی رہے۔ لہذا یہ مطرود اعلان الہمار
ہی کے مقصد سے پورا قلم کی جا رہی ہیں۔ شما کا لگاؤ اخراج
اُن سینیتاً اُدھطاناً۔

ہم صفاتی کے ساتھ اعتراض کرنے ہیں کہ ابتدائی گرامر کے
جس قواعدے کا ذکر نہیں دوستی کیا ہے تبصرہ کرنے وقت وہ

کنتر ماضی پر کا صیغہ استعمال ہوا ہے اور نئے نجد ندا
میں بھی قاعدہ کی رو سے ماضی ہی کے معنی پاتے جلتے ہیں بلیکن یہ
اس میں کوئی تغیرت ہے کہ آئی ہے ماضی کا کوئی دلچسپی احتمم سیان کرنا
ہرگز مقصود نہیں بلکہ حال اورستقبل دونوں کے لئے ایک ذاتی ضمایہ
دیا جا رہا ہے۔ اسی لئے کسی بھی مستند ترجیح نہ گرا مرکی جلد پروردی
کرتے ہوتے ماضی کا مفہوم پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی۔
اسی طرح سورہ فوس میں فرمایا گیا ہے:-

یا ایضاً اللہ جن آمتو اکھ
تند حلو ایجو اھن بید
بیوو تکم عجی تست اسسو
و تسلیم او علی اھل اهذا الکمر
حیر المکم نعتمکم تند کردن
فیان تتم تخد و لفیشها احمد
فلو تند حلو معاویتی و قذن
لکھر (فہر) کی احجازت نہیں جائے۔

سیاں بھی شیک اسی طرح قوانین ممکن تجدد فی آئی ہے جس طرح دہائی خان نے معمول آئیا تھا۔ دیکھ لیجئے کہ یہاں بھی رولٹہ ماضی سے ارشاد خدا اور نبی کا کوئی تعلق نہیں، بلکہ حال اور سفر کے لئے ایک اخلاقی اصول بیان کیا گیا ہے۔

ہم اس سے انکار نہیں کرتے کہ ترجمہ کی پاسداری میں ایسے ہر مقام پر ایسا ترجیح ممکن ہے جس میں اضافی کے حصے استعمال کر لئے جائیں، لیکن چونکہ آیات کے معنوں کو مطلب کا اضافی سے کوئی حقیقی تعلق نہیں اس لئے اکابرین میں سے کسی نے بھی اس غیر ضروری ترجمہ پرستی کا الزام نہیں کیا اور مقصود فرمائی گی کوئی مقدم رکھ کر وہی ترجیح کیا جو حال اُستقبل کی نشاندہی کرتا ہے زکار اضافی کی۔

اب اک نظر زیر بحث آیت پردازی کئے:-

حران لذتمنه في مهارة قصيدة
تو نن اهلی همینا فی تو
لشود سرمه و من و شلیه ادعوا
شحمد الله لكم من دین اللہ

اور گرام شک میں ہراس کنم اسے
جو اُنارا ہم نے اپنے بنے پر بولے
آدے ایک سورت من عجیب اور بلاؤ
اس کو تم تھار اور رگاہ پر المثل کے

خصوصیت ہے کہ واضح اور تقریر متفق علی مفہوم یعنی کے عرض یہ
مکتب سنجی کی جائے کو چونکہ مفاسد پر آمد داخل ہو کر ماہی کے معنی
پیدا کرتا ہے لہذا مطلب یہ ہوا کہ:-

”یہ اگر تم لگ دشت زبانے میں بھی نہ رکسکے۔“

ہم صرف آناری اور کہنا چاہئے ہیں کہ الگرسی تاویل تو یہہ سے
یہ طلب ایں ثبوں بھی ہو سکتا ہو تب بھی استاد احمد فہوم کے طور پر
پیش نہیں کرنا چاہئے تھا بلکہ مفہوم توہی مقدم رکھنا چاہئے تھا
جس پر علماء سلف وخلف مختلف ہیں اور خصائص کے حوالے اس کے
چونکہ لمبے داخل ہو کر ماہی کے معنی پیدا کر دیتے ہیں۔ لہذا اس کے
لحاظ سے فان لم تفعلن اکی مرادی بھی ہو سکتی ہے۔ ہمارا اعتراض
یہ ہے کہ صاحب معاجم المتنزیل نے ایک درد کی بات اس طرح پیش کی
جیسے وہی اقرب واصوب ہو اور مترجم نے اسے جوں کا توں ثبوں کر کے
کوئی تصریحی نوث نہیں دیا۔ لیکن اس اعتراض سے چہار دی وہ
کوتایہ بہر حال سلم دہتی ہے کہ عربی گرامر کے ایک سمجھوئی سے قابض
کو بھی ہم فرماؤش کر سکتے اور اعتراض کا وہ اسلوب اختیار کیا جو
اختیار نہیں کرنا چاہئے تھا۔

اصل بحث و ختم ہوئی۔ اپنے تبصرے میں ہم نے ناشر کے مقدمہ
پر جو عرف گیری کی ہے اس کی تلفی پر ہمیں سچ ہے۔ ہم تینوں لامانا جاتے
ہیں کہ ناشر کے کاروبار کو نظمیان پہنچانا حاشا و کلہاں کے حاشیہ
خیال میں بھی نہ تھا۔ لیکن اگر ہمارے تبصرے سے مکتびہ نہ الفرقان
کے بارے میں کسی کو سوچوطن پیدا ہو گیا ہے تو یہ درست نہیں ہے
میں الفرقان ای آج کی روشن حاصل ہے اس لئے ناشر کے قلم سے چند
مبالغہ آمیز افاظ بے راستہ نکل گئے۔ ورنہ یہ مکتبہ بہر حال کسی سوچو
طن کا مستوجب نہیں ہے اور اس کے مالک ایک سالم طبع نوجوان
ہیں جس کے عنوان وہت سے ذوق کی جا سکتی ہے کہ اگر تفسیرالمتنزیل
کے ترجمے کے معاشر ان پر واضح ہو گئے ہیں تو اب وہ کوئی دوسرا
بہتر سلسہ شروع کریں گے۔ اگر وہ ایسا کریں تو ہماری دلی ہمدویں
ان کے ساتھ ہیں۔

خبر کے انداز میں بات بیان کی جاتی۔ تیلیخ کا پیش نظر ارادہ منحصر
ہوں رہا ہے کہ لالکار حوال اور تقدیم کے لئے ہے۔

ایک اور تریخہ قران کی قابوی ہے۔ اگر کوئی مخالف ترین
موجودہ ہو تو اس کے مفہوم میں تاخیر و تحقیق یقیناً انتہی ہو گی۔
دیکھ لیجئے تماً مذکورہ مترجمین نے تحقیق ہی مان کر ترجمہ ”پھر“
کیا ہے جو ”پس“ کے مقابلے میں تحقیق کے مفہوم کو زیادہ واضح
کرتا ہے۔

مزید ایک استہباہ خدا ان کنتم صلد قین سے کیا جا
سکتا ہے۔ کنتم صلد ماہی ہی ہے۔ تو گرامر کو ران پیروی کی
صورت میں تو یعنی کوئے ہوں گے کہ:-

”اگر تم سچے تھے۔“

حالانکہ تفصیل میں جائیئے تو یہاں بلاشبہ ماہی ہی مناسب
تھا لیکن چونکہ مقصود کلام کا المتعلق ماہی سے ہیں ہے لہذا ہر مترجم
حال ہی کا ترجمہ کرتا ہے یعنی:-

”اگر تم سچے ہو۔“

ایک اور دلیل ہماری تائید میں سورہ سُجْن کی اس آیت کے
ملقی ہے:-

كَمْ وَكَلِيلٌ اجْعَمَهُتُ الْأُنْشُنْ
فَالْجَنُونُ يَعْلَمُ أَنْ يَا تَوْبَةً
إِسْقَاطُهُمْ كَمْ وَكَلِيلٌ
مَلَئَ الْأَنْهَارُ أَنْ لَا يَأْتِيَ وَلَمْ يَرْبَطْهُمْ
ذَوُّهُمْ بِعَصْمُهُمْ لِيَعْصُمْ
ظَاهِرًا۔

اس آیت میں اجماعت اور حکان دونوں افعال مانیہ
ہی لامائیہ ہیں۔ گوئند جب بھی وہ جمع ہو کر ایک درسرے کی
مد کرنا چاہیں گے لاسکنے یا لامائیہ کا فیصلہ اس کے بعد ہی
ہو گا۔ اس لامائیہ کے میٹھے مفہوم اور مذکورہ
دوں میں سچے ماہی۔ لیکن کیس کی بھی مترجم اور ضررنے ان قاعدو
لسانیہ کے تحت ایسا ترجمہ یا مفہوم پیش کیا ہے جس سے یہ ظاہر
ہو کہ جن واس کا اجماع اور ان کا باہم دگر معادن ہو ناکوئی لگدا
ہو اور افادہ تھا جو اللہ نے بیان کیا۔

اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو قاف لم تفعلن ابی میں کس

تفہیم الحیث

پڑوسی کے حقوق

۳

کافر طریقی بھی سلوک کا حقدار ہے

عن مجاہد قالَ كُنْتَ عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ أَبْنَىْ عَمْرٍ وَعَلَاهُ مَدِيلٌ شَاءَ فَقَالَ: - يَا غَلَمَرَا إِذَا فَرَغْتَ فَامْبَدِأْ عِبَارَتَ الْيَهُودِيِّ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ - الْيَهُودِيُّ؟ أَصْلَحَكَ اللَّهُ قَالَ: - أَنِي سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِوَصِيَّ بِالْجَارِ حَتَّىْ خَشِينَا أَدْرَؤُنَا إِنَّهُ سَيِّئَتْ تَهْوِيَّةٌ - (آخر جملہ ابو داؤد والترمذی والبخاری فی الادب المفرد)

ترجمہ:-

بلند مرتبہ تابیٰ حضرت جاہد رضیٰ تھے اسی کے حسن عباد بن عمر رضیٰ اللہ عنہ کے حضور باریاب تھے۔ اسی وقت ان کا ایک خادم مذوق کبریٰ کی کھال آتا رہا تھا۔ انہیوں نے خادم سے کہا:-

”وَيَكْنَا جَبْ كَحَالَ أَنْ أَرْجِعَكُوكُوتْ كُوْلُوْرِ بِرْ تِقْسِمْ كَرْنَتْ كِيْ سِلْ بِهَارِيْ بِرْ بِرْ دِسِیْ سَےْ كَرْنَا۔“
ایک حصہ بولے۔ جناب اللہ اپنے کیا آپ یہودی کو ہر یہ بھجوائیں گے؟“ این عرض نے فرمایا۔“ اسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑوسی کے بائے میں اس شان سے صحیح و صحت کرنے کا ہیں تو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ آپ پڑوسی کو شریک دراثت فرادیں گے۔“

بھی حسن سلوک کا سخت ہے تو بالکل حق اخذ کی۔ جیسا کہ پھلی فہیم سے معلوم ہو جاتا ہے کہ پڑوسی کا گناہ گاریاں مزاج ہونا اس کے حق ہے اسی میں قادر نہیں ہوتا وہ اگر کافر بھی ہے تو پڑوسی کی حیثیت میں حسن سلوک کا حقدار ہے۔ ہم پر لازم ہے کہ ہر دہ بھلانی اور سلوک اس کے ساتھ کریں جس سے اسلام کی انسان دستی احسن خلق

تفہیم۔
عبداللہ بن عسرہ رضی اللہ عنہ بڑے حیلی القدر صحابی تھے اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات شریعت کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ انہیوں نے پڑوسی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے جو نتیجہ اخذ کیا کہ پڑوسی چاہیے کافر یا، لیکن وہ

ہے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کا کفر و شرک حد سے بڑھا ہوا ہو اور حق و شفی اس کی زندگی کا سب سے بڑا مشتعل بن گیا تو اس کے کھنہ بجا دھوکا کر دہ سراپا شرک اور جسم کفر ہے۔ گویا کہ یہ اوصاف خیش اس کے لئے وجود پر چھلتے ہیں اور اس کی ذات ہی سربرخوارت بن گئی۔ اسی حالت میں فطرت انسانی کا بھی اور عدل کا بھی تقاضا ہی بھکر اوصاف روذیلہ کی نظر ذات پر صوق تک شیر چو جائے اور اس شخص پر تعین کرنے کے لعنت کی جائیں۔ چنانچہ دوسری سال میں بچپن و بلوپ کی نایاں تھیں اس کی واضح نظر ہیں۔ ملعون سراپا کفر و شیطنت تھے اور یہی وجہ ہے کہ یہ اس کیلئے تو خدا اس کے بعد اگر نے والے نے انتہائی بزرگی کے انداز میں فرمایا۔ قبیٹ یہاں اُنہیں لھب و نبک۔

پھر بھی ہم صحیح ترین روایات میں دیکھتے ہیں کہ جب کامیکر حسن اخلاق ان تک کے معاملے میں اپنی نلک بوس بلند ہوئے نیچے نہیں آیا اور حضور نے اپنے سالمندین کو بھی خوشی صدمہ اور ترضی عطا فرمایا جو ان کم بخوبی کے ناظرین دا خوانیں تھے اور کلام کو جڑ بیداری کے طصاریاں ان کا سب سے بڑا ارماں تھا۔

غیر مسلم ہمایوں سے حسن تعلق کا مشتمل ہم بندوستانی مسلمانوں کے لئے خصوصی توجہ کا سبقتی ہے۔ دلوں کو فتح کرنے والی کوئی طاقت حسن اخلاق سے بڑھ کر نہیں ہے۔

آپ نے تاریخ میں دیکھا کہ لمبے چوتھے ماہ گذستے اتنا کم گزار سادہ اور سمجھنے کا رہنگار چلنے والے مسلمانوں کے حسن اخلاق ہی نے اُن بے شمار انسانوں کے قلوب کو فتح کر لیا جھیں بڑے بڑے لشکر بھی مشکل ہی سے فتح کر سکتے تھے پر شکار کی فتح جسموں کی فتح ہوتی ہے۔ قلوب دارواج ماذی طاقت سے فتح نہیں ہوتے۔ لیکن مسلمانوں نے دلوں اور دھوکوں کو جھکایا جس کا داحمد ذریعہ حسن اخلاق تھا۔ شیک اسلامی مفہوم میں حسن اخلاق۔ ایک شخص بہت بڑا اور عابد ہونے کے باوجود کسی کافر ہمہ سے بدل سلوکی کامرا کر کرے تو اسلام لے معاف نہیں کرے گا۔

اور مردود و رافت کا ثبوت بھی ہے۔

اہل خرد پر پوشیدہ نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہمیں کفر و شرک سے بیزاری و نفرت کا درس دیا ہے نہ کنونہ کفا و شرکیں سے۔ اس طفیل بات کو یوں سمجھئے کہ جس طرح حق اسیں برصغیر چیلک وغیرہ حسانی امر ارض ہیں اسی طرح کفر و شرک روحرانی امر ارض ہیں۔ حکیم داکتر ابراہم سے تو یقیناً بیزار ہوئے ہیں اور انہیں جوستے احصار پھینکنے کی جد و جہاد میں ہمیشہ متعدد رہتے ہیں، لیکن انہیں خود ان لوگوں کی ذات سے نفرت نہیں ہوتی جیسیں یہ ارض لاحت پر گئے ہیں۔ اگر ان کی ذات ہی سے نفرت ہو جائے تو ان کی صحت بحال رکھنے کی کوئی کوشش نہ کی جائے۔ شیک اسلامی معاملہ ریاضان کفر و شرک کا ہے کہ مسلمانوں کو جو اللہ کی طرف سے شہاداء علی الناس بنائے گئے ہیں اور ان پر واحد کیا گیا ہے کہ کفار و شرکیں کو نرمی اور حکمت کے ساتھ مرض کفر و شرک سے بخات دلانے کی سی کرتے رہیں خود مرض سے نفرت ہوتی چاہئے ذکر ملکیوں سے مرلکیوں سے نفرت ہوگی تو ان کی ہمدردی اور ازالیہ ارض کی نگہ و دد کیجئے جاہری وہ سکے گی۔

جانے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ تھا ہے کہ آپ کفر و شرک سے انتہائی بیسراہ ہونے کے باوجود کفار و شرکیوں کے ساتھ نہایت حلق و مروءت سے بیش آتے۔ موعود اور ضرورت پیش آئے تو ان کی حاجت روایتی کرتے ان سے بے شمار تکلیفیں آتیں کہ ہمیں اکتوں نے آتی کو گھر سے نکالا جراحتیں پہنچائیں، قتل کی آسکیں تیار کیں، طمع دیجئے جھیلیں کیسیں گر کائنات کے سب سے بڑے انسان کی پوری زندگی میں آپ ایک بھی ایسا واقعہ نہیں دیکھیں گے کہ کسی بدر سے بدتر دشمن جانی کے ساتھ بھی اس سمنور جیسے دل والے نے ایسا سلوک کیا ہو جس پر حسن اخلاق کی رو سے انگلی اٹھائی جائی۔

پاں بعض حالتوں میں کفر اور کافر، شرک اور شرک کا فرق اتنا دھنلا ہو جاتا ہے کہ مشکل ہی سے اس کا لمحاظ رکھا جاسکتا ہے۔ مثلاً ایک شخص بے حد عادل ہے تو کہا جاتا ہے کہ وہ سراپا عادل ہے اور بے حد نظام ہے تو پولہ جاتا ہے کہ جسم نظم

کے اس باب و دسائیں تو وہ قادر مطلق خود ہی پیدا کر دیگا، جس کا وعدہ غلط ہو ہی نہیں سکتا۔

آپ ہمایوں سے ملتے چلنے والوں سے، سماجی تعلقات اور ہر طرح کے معااملات میں اسلامی اخلاق برت کر دیجئے اور اسی پر ثابت قدم رہئے پھر دیکھئے جا کہ کافر ہمی آپ کی تعریف کرے گا اور ہر سے سے بڑا بدد مانع ہمی متاثر ہوئے بغیر نہ رہے گا۔

لیکن یہ نکتہ خوب سمجھ لینے کے قابل ہے کہ اسلام کی کمیت اور اطاعت ربیانی میں اسلامی اخلاق پر ثابت قدم رہنا اور بات ہے اور ہرگز جی حالات اور ذمیتی مصالح کے تحت یا خوف و مروع بہت سے خوش اخلاق بننا اور بات۔ ہمی خاتم کے سامنے بھی مفید ہے اور دنیا میں بھی اس کے اچھے اثرات ظاہر ہو کر رہی ہے۔ مگر دوسری کسی خاص اختردی انعام کی مستحق نہیں اور دنیا میں بھی اس کا با رکم در ہونا ضروری نہیں۔ پہلی بست دکڑا کی عظمت کے ہم معنی ہے اور دوسری بزرگی اور اجنبی وقتی کے براد حاصل فہیم ہے کہ ہمایہ کافر و مشرک بھی ہوتے اس کا ایک حق ہے۔ جس نے اس حق کو ادا کیا اللہ اور رسول کو خوش کیا۔ ہاں یہ رحال میں بلوچ نظر رکھنا چاہئیے کہ ہر حکم و ہدایت کے کچھ حدود ہیں۔ ایسی کوئی دلداری و مردودت جائز نہیں ہے جس میں معصیت اور شرعاً مخالفت کا عنصر شامل ہو۔ مثلاً کافر و مشرک ہمساتھی کی شادی اور موت میں ضرور مشرک ہونا چاہئے، لیکن اسکے ایسے کھانے میں مشرک نہیں کی جا سکتی جن کا کوئی تربیت یا بعد تعلق کسی بُت بادیوںی رہنمائے ہو اور انکی نماز جنازہ نہیں پڑھی جاسکتی۔ ان کے لئے دعائے مغفرت جائز نہیں۔

استحقاق کا پیمانہ

عن عائشۃ قالت یار رسول اللہ ان لی
 Jasmin فاتی الی یتمماً هدی؟ قال الی اقربهم

ہماری نبیوں حالیوں میں سب سے بڑا اتحادی باغا خلقیوں کا ہے۔ حال کا ہر دفعہ ماضی میں اپنی گہری جڑیں رکھتا ہے۔ ہر دفعہ ارج رفتہ رفتہ گرد ہی سے اس پر آندھی طوفان دھوپ اور دوسری متعدد اشیاء نے سلسلہ اثر ڈالا ہے تب کہیں جا کر اس کی قوی تباہیات کا خانمہ ہوا ہے۔ نہیں بچ یا ہمی تنا در درخت نہیں بن گیا۔ اس پر زمیں ہوا، چاند سورج اور بارش کے گوناگون اثرات کی اکٹھی طوفان سلسلہ اور لطفی دظم کا ریزائی ہوتی ہے۔ ٹھکان اسی طرح آج ہم مسلمانوں کا چو جمال ہے اس کے پیچے بھی ماضی تربیت ہی کے نہیں ماضی بعد کے بھی تاریخی عوامل کا رفرہ ہیں اور ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ بنیادی اور قوی تر عامل اس کے سو اکوئی نہیں کہ اخنوں نے اسلامی اخلاق سے وہ شغف ترک کر دیا جو کہ وہ حق تھا۔ مادی مورثات اور حادث و آفات کی کافر ہمایوں سے انکا رجھن نہیں، لیکن ہر ہر گر بات وہیں پیش گی کہ جس رفتار سے اسلامی اخلاق میں کی آتی یعنی اسی رفتار سے امت مسلمہ کی آبرداور ساکھہ براد ہوتی ملی گی۔

ہم پرے واقع کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ آج بھی الگ ہمارے اسوہ دکڑا بر اسلامی اخلاق تک الگ رانگ اس حد تک چڑھ جائے کہ طبقے اور لکھت کے اعتبار سے قوم مسلم اسلامی اخلاق سے متصف کی جا سکے تو پیاری مصیبیں، ساری ذلتیں اور ہماری آفیں جن کا کوئی حل نظر نہیں آرہا ہے اس طرح چھٹی چل جائیں جس سے نیز موسم سے باطل چھٹے چل جاتے ہیں۔ اسیاب دخل کی منطق آنکی پیشیدہ سیہ کو دار اور دچار کی طرح کوئی بھی مستقبل کی بات نہیں بتا سکتا، لیکن اس منطق کی زمام ایک حکیم و عادل سنتی کے ہاتھیں ہے جس نے وعدہ فرمایا ہے کہ انہوں اللہ ہن لوگ اُن کشمیر مُؤمنینِ دنیحی سر بلند رہنگے بش رویکردا و اقمعہ مُؤمن ہوں) (اسلامی اخلاق اور یامان ایک ہی حقیقت کبریٰ کی رو تغیریں ہیں۔ موسیٰ ہونا اور اخلاق اسلامی سے منہ مقٹ ہونا ایک ہی بات ہے۔ لہذا صرف بھی

صرف اتنی گنجائش ہے کہ ایک ہی لحاف بچھونا فرما کر دے سکتے ہو تو رسول اللہ کی تعلیم یہ ہے کہ یہ لحاف بچھونا دوں مسحت ہمسایوں میں سے اُس ہمسائش کو دو جس کا دروازہ ٹھٹھائے دروازے سے نستآ قریب ہو۔ یہ مت دیکھو کہ کون نہ کہے اور کون بدیر کس سے تھارے تعلقات زیادہ ہیں اور کس سے کم۔ حقیقی کہ یہ اقرب اگر کافر بھی ہے تو یہی بجا طور پر اس کا مستحق ہے کہ تم اسے تنزیح دو۔

التراءکبر۔ الشانیت دوستی کی کتنی فنا ضاہر تعلیم۔ تعصی کی کتنی عالی نظر فنا نہ ہدایت۔ سچ ہے کہ ہم نے تعلیمات دین کو بالائے طاق رکھ دیا اور نہ تنہا حق ہمسائی ایک ایک ایسا ذریں ملائے کہ اگر تمام مسلمان تنہا اسی کو دانتوں سے پکڑ دیتے تو بلا کسی رسی تنظیم اور جماعت سازی کے انہیں ایک قابل رنگ اور ضبوط اندرین را بلطیت نہیں۔ موافقت ہوتی۔ موافقة اور موافقت ہوتی۔ جیسا کہ ہم پہلے عرض فرم کر آئے ہیں حق ہمسائی اداکہ نے کا الزامِ ادمی میں پہلوٹ نیاضی، الشانیت دوستی اور لحاظ و رافت کے حصار کو فردغ دیتا ہے۔ فکر و نظر کے راویوں کو خود غرضی اور شقاوت کی کجی سے باس کر کے عالی طرفی اور جو دو کوہ مکم کے روح بر استقامت عطا کرتا ہے اور یہ بات تفصیلات متعلق بالذات ایک ہم ترین حق ہے۔ اب مان لو۔ تھہارے ہمسایوں میں دو ھر انسے اتنے غربیں کو کے پاس جاؤں کے لئے کافی اور صراحت بچھونا نہیں ہے۔ اللہ نے اگر تھیں اتنا دیا ہے کہ اہل دعیا کے حقوق میں کمی کے بغیر ان دونوں ھر ان لوں کو لحاف بچھونا بنو اکر دے یا سکو تو اگر چہ اسلام کا عدد الٰتی تاون تھیں میاں کے زکوٰۃ کے سے باہر کے انسانوں سے ان کا سلوک ان اوصاف حیدہ کی صدقتے کا پابند نہیں بناتا اور اگر زکوٰۃ تم کچھ در دلوں کو ادا کر چکے ہو تو قابوں تم سے نہیں کچھ کا لان بردی میں ٹھہرستے ہوئے ھر ان لوں کو لحاف بچھونے بناؤ کر دے یا

علادہ اس کے مخلصے باہر والوں کے ساتھ چہرتا اور اس کی مرضیات کا پاس اگر کوچا چاہئے اس کے باب میں بھی اسلام نے صحن بخ و حکم بیانات تھیں ہے تو خود تھہارا ضمیر تھیں حکم دے گا کہ کشاوہ دلی دی ہیں جو الشام اللہ اپنے محل میں ذکر ہوں گی۔ اسلام نے کے ساتھ حق ہمسائی ادا کر دے۔ اب ان لوکہ تھائے پاس ہے تہذیب و تحدیں، امن و جنگ اور سیاست و معیشت کے ہر ہر

منٹ باباً اخرجه الوداً دوں الطحاوی رالمختاری
فی الادب المفرد

ترجمہ:- حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ ماہ رسول اللہؐ میسرے دکڑ پر دی ہیں۔ دونوں میں سے کس کی طرف ہوی بچھوں؟ بچھوں کے جواب دیا جس کا دروازہ تھہارے دروازے سے نستآ قریب ہو۔
تفہیم:-

مقصود یہ نہیں ہے کہ ہم یہ اور تھہارے سے جانے کا مستحق صرف دہ ہمسایہ ہے جس کا دروازہ سب سے زیادہ قریب ہو۔ باقی ہمسائے سختی سے خارج ہیں۔ نہیں بلکہ تعلیم یہ دینی مقصد ہے کہ اگر فرض کرو تھہارے پاس بطور ہدایت بچھوں کے لئے کوئی اتنی تھوڑی چیز ہے جو حضرت ایک ہی تھوڑی جا سکتی ہو تو حق ہمسائی کے اعتبار سے وہ گمراں کا زیادہ مستحق ہے جو قریب ترین ہو۔ دسری شکل یہ ہے کہ متعدد ہمسایوں کے بیان تھوڑے بچھوں کو کوئی چیز کافی مقصد اور ہمسائے پاس موجود ہے تو اپنے افراد کو جیسا کہ ابھی تم نے دیکھا حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ پہلے اُس یہودی سے کی تھی جو باعذیار باب اقرب تھا۔ اس روایت سے تھہارا اور گمراہ ہم کیا کہ جس ہمسائی میں متعلق بالذات ایک ہم ترین حق ہے۔ اب مان لو۔ تھہارے ہمسایوں میں دو ھر انسے اتنے غربیں کو کے پاس جاؤں کے لئے کافی اور صراحت بچھونا نہیں ہے۔ اللہ نے اگر تھیں اتنا دیا ہے کہ اہل دعیا کے حقوق میں کمی کے بغیر ان دونوں ھر ان لوں کو لحاف بچھونا بنو اکر دے یا سکو تو اگر چہ اسلام کا عدد الٰتی تاون تھیں میاں کے زکوٰۃ کے سے باہر کے انسانوں سے ان کا سلوک ان اوصاف حیدہ کی صدقتے کا پابند نہیں بناتا اور اگر زکوٰۃ تم کچھ در دلوں کو ادا کر چکے ہو تو قابوں تم سے نہیں کچھ کا لان بردی میں ٹھہرستے ہوئے ھر ان لوں کو لحاف بچھونے بناؤ کر دے یا

اعلاوہ اس کے مخلصے باہر والوں کے ساتھ چہرتا اور اس کی مرضیات کا پاس اگر کوچا چاہئے اس کے باب میں بھی اسلام نے صحن بخ و حکم بیانات تھیں ہے تو خود تھہارا ضمیر تھیں حکم دے گا کہ کشاوہ دلی دی ہیں جو الشام اللہ اپنے محل میں ذکر ہوں گی۔ اسلام نے کے ساتھ حق ہمسائی ادا کر دے۔ اب ان لوکہ تھائے پاس ہے تہذیب و تحدیں، امن و جنگ اور سیاست و معیشت کے ہر ہر

مکش بہر دفعہ رہنمائی پیش کی ہے۔ اب غلام ان اسلام ہی کی بحث ماری جائے اور لفظوں پر جیل و بے خیرتی کے پردے پڑ جائیں ہم

بُلْکی کی طاک

چوایٹ:-

قلب بیدار، دل زندہ اور اسکی مقولوں صطلاعیں
عقل خفتہ، دل مردہ) اُردو میں اس قدر استعمال ہے اور
ادب اور شعر اور دیگر سے ان کا اس قدر استعمال کیا
ہے کہ جو بھی میں نہیں آتا کوئی اچھا خاصاً پڑھا لکھا آدمی
ان کے مفہوم و مفہام سے لیتے ہے خبرہ ملتا ہے۔
جس طرح دل دنایا ایک اصطلاح ہے اور دل قیمت
سینے سے نکل کر دوسرا کی جیب میں نہیں چلا جائے
اور جس طرح اکھوں کے طو طے اڑ جانا ایک اصطلاح
ہے اور طو طے سچ جو اکھوں پر میٹھے نہیں ہوتے ایسے طرح
دل کا بیدار یا خفتہ اور زندہ یا مردہ ہونا بھی اصطلاح
ہیں جن کی مراد یہ نہیں ہوتی کہ دماغ اور جسم کی طرح دل
بھی معمول اتنا جاگتا اور استاتا ہے یا اپنی ڈیلوں انجام
دیتے ہوئے بھی معروف معنوں میں "مر جاتا ہے" بلکہ
ان اصطلاحوں کے ذریعے سیرت و کردار کی بعض صورتیاں
کے بارعے میں کہا جاتا ہے جسے تمام باخبر لوگ جانتے
ہیں۔ — مثلًاً "اکثر اقبال نے کہا":—

دل مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دو باروں

کہ کبھی ہے امتوں کے مرض کہن کاچا رہ

تو ظاہر ہے کہ جس قوم کا ایک پیکر واحد کی جیش

میں آقبال نے غائب کیا ہے اس کے افراد کے سیتوں
میں دل سچ جو نہیں مرے ہیں بلکہ وہ اپنے مفتوح
فرانس کی انجام دری میں معروف ہیں اور اسی طرح

قلب بیدار

سوال :- از عبد الباری - حجم آباد - پاکستان
رسائل کے پہلے سوال کا جواب لگتے ہے مادہ
دیا جا چکا ہے۔ (غسلی)

(۲) دوسری حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمام عیناً ولادینہ مغلی (بری) آنکھیں سوتی ہیں مگر یہ ادل نہیں سوتا (اس کا مطلب بھی ظاہر طور پر نہایت واضح ہے، لیکن اس میں یہ اشکان ہے کہ رسول اکرم درحقیقت یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ایک تعبیر کی جیش سے میرا قلب ہر وقت بیدار رہتا ہے اگرچہ ظاہری طور پر آنکھیں بن دیکھی ہو جائیں لیکن سوال یہ ہے کہ "لیلة التعریس" کا دلائل تو یہیں المیز ہے کہ آنحضرت سے نمازیں کس طرح فضایاں گیں جب کہ آپ کا قلب مبارک بیدار رکھا اور کیا انکھیں بند ہو جائے کے بعد کسی طرح رسول اکرم دیکھتے تھے؟ کیا کوئی آنکھوں کے علاوہ دوسرا آلہ دیکھتے کا ہتا؟ اور اگر رسول اکرم فرض کر دیجئے بھی تھے تو اس صورت میں کیا ہو لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثلًاً خواب میں کوئی داعر دیکھ رہے ہیں تو کیا بیکث خواب اور بیداری کے حالات مختلف ہو سکتے ہیں؟ خلاصہ اشکان یہ ہے کہ قلب بیدار کے ساتھ نماز فضایا ہونے کے کیا معنی؟

خیر از حضرات اپنا نظر بیداری ضرور لکھیں درہ ان کے خطوط کی تعمیل دشوار ہے۔

اندر خالق پڑا تو آپ سعی صحاب ایک جگہ شتر گئے اور طالع کوی حکم دیکھ کر شب کی نگہبانی قم کرو۔ سعی صحاب سوچنے۔ طالع الگرہ تجوید کے وقت تک جائے رہے لیکن تجوید پڑھ کر اخسر ہی نیندا آگئی اور نماز فخر کے وقت کوئی بھی بیدار نہ ہو سکا۔ آگھیں اس وقت کھلیں جب صوب اچھی خاصی حرطہ گئی تھی جنہوں نے طالع سے پہلے چھا کر تھیں کیا ہوا احتمام نے کیوں نہ ہم سب کو بیدار کیا۔ طالع نے کہا کہ اللہ کے رسول حس نے آپ پر نیند طاری کر دی اسی نے مجھ پر بھی نیند طاری کر دی۔ آپ پر جنہوں نے حکم دیا کہ سب اپنی سورا یا یہاں سے بڑھا لے چلو۔ کچھ درجات کو سنبھل نماز فخر فھنا و قت میں پڑھی۔

یہ تعلیماتیۃ التعریف کاد اقصہ۔

اب سلامتی فکر کے ساتھ دیکھا جائے تو اس واقعہ سے قلب رسول کی بیداری کے سلسلے میں تو کوئی ایکھن کھڑی نہیں ہوتی ہاں اس نیزادی عقیدہ و لفظی کی تو شرط ضرور ہو جاتی ہے کہ اللہ کے رسول اپنی تمامی خلقت و رفتہ کے باوجود "بشهہ" ہی تھے۔ لیکن کتنا ہی بلند برتر ہو، لیکن جو امور دھی کے دائیں سے باہر ہوں ان میں وہ کبھی نہ کھی کہیں نہ کہن کہست عوام، فروگ راشت، سہروپیان اور ضعف و معذوری کا کو و ضرور بخاتم۔ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون جان مکنا تھا کہ عقیدت کا غلوکیت کیے گل کھلانا ہے۔ حضرت عیاش انسانوں ہی کی طرح کھاتے پیش تھے۔ مریض بھی ہوتے تھے۔ کفار سے مغلوب بھی ہو جاتے تھے، لیکن اس کے باوجود نصر انہوں نے انھیں خدا بنا چھوڑا تو اللہ حکم دیکھ کی حکمت بالغہ تھے جنگ کے لئے یہاں تک کہ آخری مرتبے تھے۔ پیغمبر کے لئے بھی متعدد ایسے واقعات و خواص مقدور فرمادیے چوان کے ہوں کو افراد و غیر کی طرف جانے سے روکیں، جو قطبی طور پر اس پا کی شہادت دیں کہ سعیر کسی بھی حیثیت اور درجہ میں خدا ہیں ہے، بلکہ اللہ کا ایک بے اختیار بندہ ہے۔ پیغمبر ہے۔ پیغمبری ضروری ہے تاکہ جملہ فارمین بات کو کچھ ملکیں۔

دھرم دک ہے ہیں جس طرح ازل سے آج تک ہر انسان کے سینے میں دھرم رکھتے آئے ہیں۔ اگر وہ دل اقصہ مرجا تے تو امام قربان میں جا کر خاک بھی پڑھ کر بوتے۔

اس کے باوجود کسی اللہ کے بندے کو یقینیش اور حیرانی لاحق نہیں ہوتی کہ اقبال نے اچھے خلصے چلتے پڑھتے کھاتے پیش آدمیوں کے قلوب کو مفرودہ کیسے کہدیا۔ سب کو معلوم ہے کہ دل کا مردہ ہونا کنایہ ہے اور حادثت ماں یہ کی خود ہی اور مقاصدہ رذیلہ کا نتیجہ ہے۔

اسی طرح آپ کو بھی سمجھ لینا چاہئے تھا کہ لا دستار تبلی میں تو مرستے مراد دہ نیند نہیں ہے جسے اور دہ میں سوتا کہتے ہیں، بلکہ قلب کا جاگتا اور سوتا ایسی ہی اصطلاح سے جسی دل کا زندہ یا مردہ ہونا۔ جنہوں کا مشا یہ بتانا تھا کہ اللہ کے شفعت سے میرا قلب کسی وقت بھی تعلق مع اللہ سے خالی اور نفسانی دساد میں مغلوب نہیں رہتا۔ حتیٰ کہ جب میں بظاہر سو یا ہرا ہوتا ہیں اس وقت بھی قلب پر غفلت اور ذکر اہمی سے بے بیوقوفی مستولی نہیں ہوتی۔ یہ مطلب الگرہ نیا جاگے تو ارشاد رسول کی کوئی اور توجہ بیوی نہیں کرتی۔ کیونکہ جو امک طبعی نیند کا انقلان ہے وہ تو کسی بھی انسان کے قلب پر طاری نہیں ہوتی۔ ہر شخص کا دل سونے میں بھی اسی طرح اپنے مظیفہ میں خوش رہتا ہے جس طرح ہے اور دہ ایسی شیں ہے کہ اگر ایسچ منٹ کو بھی معروف معنیوں میں "سو" جائے تو اسے "ہارٹ فیل" فرار دے کر کفن دفن کی تیاری ہر شروع کرنی پڑتی ہے۔

اب رہی یہ بات کہ جلی طور پر اس قدر قوی اور دل قائم تعلق باللہ ہونے ہوئے بھی جنہوں کی نماز فخر تھا کیوں ہو گی تو اس کی تفعیل سے پہلے محضراً ایجادۃ التعریف کا داقر میان کردیا ضروری ہے تاکہ جملہ فارمین بات کو کچھ ملکیں۔

مسلم مشریف کتاب المساجد میں ایک روایت آئی ہے کہ جہاں دھرم سے والی میں رات کے وقت جنہوں پر غزوہ گی کا

ہے۔ اس کیفیت کو تھوڑا نیتے والا دل ہے یاد مانگ۔ تو تحریر اور اب تک کے علمی و تحقیقی انکشافت گواہ ہیں کہ نیند کا تعقل دماغ سے ہے زکر دل سے۔ دماغ ہی تھوڑے خٹکے دنچکے بعد جہاں مشیندی کے بعض بکل چرہ زدن کو آرام کرنے پر آمادہ کرتا ہے اور جس آدمی کو نیند نہ کرنے کا مرض ہو جائے جو عالمین اس کے دماغ ہی کا اعلان لرتے ہوں تو کوئی پھر طور کا دل کو جو ڈیوبنی اللہ نے سپرد کی ہے وہ تو ہمدرفتی ہے۔ اسکی ساخت ہی میں یہ بات رکھی ہی کہ نزدیکی پھر غیر مستلزم کیاں ہے تکان پہنچ کئے جائے۔ دماغ کو البتہ سنتاں کی ضرورت ہے اور دماغ ہی کو ان تمام اعضا کا سربراہ بنایا گیا ہے جو خود ہی تھوڑی تھوڑی دیر بعد مستلزم بیغراہی دیوبنی اسحاق دیتے کے اہل نہیں ہیں۔

اس صورت حال کی روشنی میں یہ بات صحیب ہی کیا کہ کاشتار کے رسولؐ اگر کسی دن نماز خجوکے وقت سوتے رہا تو ہیں تو کسی کے دل میں اُس قول کی باہت اشکال اشتباہ پیدا ہو جو آپ پے لئے قلب کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ دماغ کے سینے کا درد اگر آنکھ اور کان کے بارے میں رانتے زنی کا موقع فراہم نہیں کرنا تو وہ جاننا اور سونا جس کا تم امتحان دماغ سے چہول کے بارے میں رائے زنی اور اشکال کا موقع کہاں فراہم کرے گا؟ دل کے متعلق تو اس وقت لفظ کو متعلم ہو جائے کہ دل کے سینے کا لفظ آنکھوں اور قلب دو ہوں کے لئے آیا ہے۔ آنکھوں کی حد تک اس فرم میسر رہی نہیں ہے جو طبعی طور پر ہر شرب آدمی کو لاحق ہوتی ہے، لیکن قلب کی حد تک اس سے مراد یہ نہیں۔ اب لجھنا چاہئے کہ ہر شرب لاحق ہونے والی نیند دل کا فعل ہے یا لامع کا۔ آدمی پر موت جیسی یہ خبری اور یہ حصی طاری ہو جائے لہ نہ اور وادہ گھوڑوں کی قلم کا دی کے باشے میں خدوہ گئے ایک بارا پسندیدگی کا انجام دیا گا۔ بارا پسندیدگی کا انجام دیا گا۔ اس پر خدوہ نے فرمایا کہ میں بھی ایک شر ہوں۔ اس کے باب نصل خراب رہی۔ اس پر خدوہ نے فرمایا کہ میں بھی ایک شر ہوں۔ اپنے دنیادی معاملات، اپنے شیب و فراز تم خود ہر کچھ سکتے ہو۔ اس کے باب میں جو ہدایت میں تھیں دوں وہ بیشکام ہے جسکام پر دا بہسا الفوں ہے۔ ۱۲۷۵ء میں خدوہ نے ایک ٹھوڑی نیچی کے آندر میں قسم کیا تھی کہ کبھی خود نہیں چکھوں گا۔ اس پر قرآن جس اللہ نے اپنے نبی کا اخبار سنایا اور قسم کو ذمہ دیتے کا حکم ہے ۱۲۷۶ء میں خداوند نے عمان شہر میں کئے جائے تھے نہیں چکھوں گا۔ اور خود رسولؐ نے یہ مکان کو لیا تھا کہ وہ بارا۔ لے کئے اور اسی نسبت میں خود نے عماں پر سہادی جوستی لی تھی۔ بعد میں گلدار

یہ نظریں کے واقعہ کی بھی تکمیلی حکمت یہی تھی اور اس سے اسی طرح آپ کے قلب بالکلہ کی داعی ہیں اور اسی پر کوئی اثر نہیں پڑتا جس طرح تاثیر تخلی یا اتفاق خوشیم یا بیعت خوانہ سے آپ کی رسالت کبریٰ اور صداقت بے دلخیزی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

لیکن اگر کسی کا منطقی شعور صرف حکمت کے بیان پڑھنے نہ ہو اور حدیث کی منطقی توجیہ و تاویل پر ہی اصرار کرے تو توجیہ ہم یعنی ادله بھی پیش کیجئے دیتے ہیں۔

سامنے کی بات ہے کہ انسان کے جسم میں مختلف اعضا ہیں جو مختلف خدمات انجام دیتے ہیں۔ اعضا کے ترتیب ہی کوئی نہیں۔ جگر کا کام صلح خون تیار کرنا ہے۔ چھپر سانس کی آمد و خروج میں تناسب دیوارن فائم رکھتے ہیں۔ آنکھیں دیکھتی ہیں۔ دماغ سوچتا ہے۔ معدہ ہضم کرتا ہے۔ اب اگر آپ دیکھیں کہ زیر پر پیٹ میں اچانک درد ہو گیا ہے تو یہ ہرگز نہیں کہیں گے کہ اس درجنے اس کے دماغ یا انکھوں یا چھپروں کا ضعیف و مرضیں ہونا ثابت کر دیلے ہے۔ بلکہ راستے زنی جو کچھ ہرگز معدہ کے سقطن ہوتی ہے۔ اسی طرح سینے کا درد آنکھوں اور کافوں کے باشے میں راستے زنی کا موقع نہیں فراہم کرے گا۔

حدیث مذکور میں فرم کا فقط آنکھوں اور قلب دو ہوں کے لئے آیا ہے۔ آنکھوں کی حد تک اس فرم میسر رہی وہی نہیں ہے جو طبعی طور پر ہر شرب آدمی کو لاحق ہوتی ہے، لیکن قلب کی حد تک اس سے مراد یہ نہیں۔ اب لجھنا چاہئے کہ ہر شرب لاحق ہونے والی نیند دل کا فعل ہے یا لامع کا۔ آدمی پر موت جیسی یہ خبری اور یہ حصی طاری ہو جائے

کا خاص سیکھ کر انبیاء سے بھی بخار بھول چک اور نسان و غفلت کا طبود ہو جائے۔ ہر طرح کی فرمائی اور خطاب سے پاک قوائد دا جوب الوجہ دی کی ذات گرامی ہے اور اسی سلسلے انبیاء کے دینے ہوتے ہیں کہ وہ بادا سطہ وحی من جانب اللہ ہوتے ہیں۔ بنی یصوصوم بھی اسی لئے ہے کہ اس کی تلمذانی اللہ کرتا ہے۔ اسے یہ مجال ہی نہیں کہ جس دعوت دین کے لئے اسے معموت کیا گیا ہے اس میں وحی کی روشنی کے بغیر اپنی طرز سے کمی یا اضافہ کرے۔

تیسرا توجیہ یہ ہے کہ جس طرح سوچ پر بادل آ جاتے ہیں تو صوب غائب ہو جاتی ہے اور زیادہ گھر کے بادل ہوں تو خاصاً اندھیرا چاہتا ہے۔ لیکن یہ بھر بھی نہیں کہا جا سکتا کہ خود سورج کی روشنی میں پھر کی تاثر ہو گئی ہے۔ سورج تو جو کاؤں کاؤں روشن رہتا ہے، لیکن مادلوں کا حائل شدہ پرداز دنیا نک پوری روشنی پہنچنے میں حائل ہو جاتا ہے۔

اسی طرح قلب رسول تو بداری تھا مشیت ایزدی سے نیند کے بادل ایسے امنڈے کہ بیداری قلب کی جانبی کا پھیلا درک گی اور حضور نماز بخیر کے وقت نہ جاگ سکے۔ وقت پر جاگ جانا اسی طرح بیداری قلب کا ثبوت ہوتا جس طرح دھوپ کا پھیل جانا سوچ کے بے انتہا رہا۔ گرم ہونے کا بوت ہوتا ہے، لیکن نیند کے غیر معمولی غلبے سے یہ ثبوت ملئے نہ آ رکا از قلب کا دھنپ بیس۔ ایزدی بہر حال اسی طرح اپنی جگہ موجود رہا جس طرح ھٹھاؤں کے پھیلا اور موسم کی تبدیلیوں کے باوجود خود سورج میں مکی اعلیٰ درجے کی تالیں اور حدود جوں کی توں موجود ہتھی ہے ایک اور مثال پر نظر کیجئے۔ چلکتے ہوتے ہیں پر اگر تھا کا کوئی جھوک کا گرد کی اتنی تباہ پھیلا دے کہ اس کی چک دمک نظروں سے اوچھل ہو جائے تو کیا اس کا مطلب یہ ہو گا کہ داغتہ چک دمک اور قدر قیمت میں کچھ

کی موجودگی میں یہ ہند و زر کیسے ہو گی۔ کیونکہ دل بیداری اصطلاح سرست و کرد اور کے انھی فضائل کا اشتاریہ ہوتی ہے۔ لیکن نماز بخیر کے وقت سوئے رہ جائے ہیں دل کا کوئی ارادہ شامل نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ ارادے کی جو ہر یہ تکمیل دارخانے کی مشرکت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ جب دارخانے کا مرد جاپے، یا کم سے کم وہ اعضا متصور فیض خاب ہیں جو دارخانے کی کارکردگی میں معاون ہوتے ہیں تو دل پر اس کی ذمہ داری کسے ہائے ہو سکتی ہے تو سونے والا ٹھیک وقت پر نہیں تھا اس نکتہ کو ذہن نشین کر لیا جائے تو کسی طرح کا اشکال قتل رسول میں باقی نہیں رہتا۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ غالب پر حکم کل کا اللہ ہے ایک شخص کو تم کہتے ہیں کہ اس کی صحت بہتر ہے تو اس کا پر مطلب نہیں ہوتا کہ سال دو سال میں اسے صحیح عبوری سماں بخار بھی نہ آتا ہو۔ زید کو سالوں میں بھی بلکہ سال زار اور کھاتی ہو جائے تو اس کی بنا پر اس شخص کو نہیں حظبلای جائے گا جس نے یہ کہا ہو کہ زید کا سینہ مصبوط اور پھر پھر تو ہی ہے۔

تیسرا اسی طرح کی بات یہ: العرسیں کی ہے اگر یہ نہ بھی مانا جائے کہ سونے جائیں کی ذمہ داری سے قلب بالکل بیری الدس ہے تب بھی زندگی ہر من یک دزمیولی سے واقعات قلب رسول کی بیداری میں قاوم ہو سکتے۔ میتوں سال پر بھی ہوئی زندگی کی ہے شمار سا عتوں میں اگر رسول اللہ کے اسوہ والزار سنت قلب بیدار" کا اشتافت ہوتا رہا ہے تو در ایک مرتبہ کی انتہاری غفلت "اتفاقی فریگ" کا اشتافت اور بالکل معمولی سہی دنسان سے اس اثبات پر اسی طرح حرف۔ نہیں آتا جس طرح بھی بخار کے بخار ایکھا لئی سے کسی شخص کے صحت مدد اور تباہ ہونے پر حرف نہیں آتا۔ کہا ہے کا۔ چہ عرض ہوتا تو بشریت کا خاصہ ہے۔ یہ بھی بشریت ہی

انسان جسم میں گناہوں صلحتیں موجود ہیں جو نشوونما پاکر دہی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کا انجام دے سکتی ہیں جو جو اس خمسہ دیتے ہیں۔ اب یہ الگ بات ہے کہ بعض لوگوں میں یہ نشوونما جاتر ذرائع سے ہو اور بعض میں ناجائز ذرائع سے۔ جادو، سفی علیمات اور وہ ریاضت و عبادت جس کا مقصود عبادت نہ ہو بلکہ غیر معمولی قوتوں کی تحصیل ہے ناجائز ذرائع ہیں اور وہ یا کیزہ عملیات، وظائف اور ریاضت و عبادت جس کا مقصود عبادت نہ ہو بلکہ غیر معمولی قوتوں کی تحصیل ہے ناجائز ذرائع ہیں اور وہ یا کیزہ عملیات، وظائف اور ریاضت و عبادت جس کا مقصود عبادت نہ ہو بلکہ غیر معمولی قوتوں کی تحصیل ہے ناجائز ذرائع ہیں۔

ایمان علیم السلام پر توجیہ و حجی کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے تھہرہ میں تھان پر اُمور خوبی کے شفعت فراہم کیا صحابہ کرام سے بھی دقت فوت کی آشیں خپور میں آئی رہی ہیں اور بعد کے بیرونگ بھی اس نعمت سے ہی دامن ہمیں رہے ہیں۔ تو یہ سوال اٹھانا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ریکھنے کے لئے آنکھوں کے علاوہ بھی کوئی آل انہیں بیکار سی بات ہے جو موسوس دری آلات ہی سب بچھے ہیں ہوتے بلکہ لفڑی آئندی مخفی صلحتیں بھی تو ملکر بہت کچھ کرتی ہیں۔ عبادات و مجاہدات نے اس طرح کی صلحتیوں کو تھوڑے کے اندر جس قدر بھی نشوونما دیا ہوکم ہے۔ کیونکہ محبیت بھی یہ صلحتیں بھی اللہ نے آئیے اندر مقابلہ زیادہ ہی رکھی ہوں گی۔ علاوہ اذیں اپنے لئے تو وحی کا دروازہ ہر وقت کھلائیں۔ اللہ جب چاہتا آپ پر کوئی امزغیب ملکعت فریدیتا۔ وحی کے منفرد طرق ہیں۔ ضرورتی نہیں کہ فرشتہ ہی آئے۔ الفا اور الہام تو اوحی معرفت ہیں۔ ایمان علیم السلام کے لئے اور الہام میں غلطی کی بجائی تھیں بھی کیونکہ وہ وحی کی نوع کے تھے اور ان کے خواب بھی خاص پیغامات کے حامل ہر اکیتے تھے۔

پریک وقت خواب اور رسیداری کا اشتکان حقیقت ہے۔ طبعی اعتبار سے تو ایمان کی نیزند اور رسیداری میں بھی ایسا ہی نشری ہوتا تھا خاصی سادگی کیوں نہیں ہوتا تھی۔ اس ایک بات رہ گئی۔ حدیث مذکورہ میں آپ

فرق آگئی؟ ظاہر ہے جواب شفی میں ہو گا۔ تو ایمانی معاملہ رسول اللہ کے قلب رسیدار کا ہے کہ اس کا "رسیدار و زندہ" ہوتا تو اس درجہ نہستم ہے جس طرح سورج کا درہ شن اور اگ کا کرم ہوتا۔ حکمت خداوندی سنے اگر کسی وقت یہ مذاہب سمجھا کہ اس رسیداری و زندگی پر ایک ہلکا سما پرده ڈال دیا جائے تو اس سے قلب رسولؐ کے سلسلہ اوصاف میں اسی طرح کوئی نظری واقع نہیں ہوا جس طرح گردکی فارضی تہہ سرے کے اوصاف میں فتن نہیں ڈالتی۔

یہ سوال کا آخری حصہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ طبعی اعتبار سے ایمان کے اجرم بھی ایسے ہی ہوتے ہیں جسے ہمارے اور آئیے۔ وہ ہماری ہی طرح آنکھوں سے دیکھتے کالوں سے نہستہ اور پروں سے چلتے ہیں۔ ان سچے حکم من اللہ تعالیٰ کوئی مخصوص عضو ایسا نہیں لگانا جو دروسے انسانوں کے اخفاہ سے نہ امداد ہو۔ وہ جب سوتھے تو ہماری طرح ان کے بھی بعض اخفاہ بے حرکت ہو جاتے تھے اور تھیری کی وہی کیفیت طاری ہو جاتی تھی جسے اللہ کے رسول نے "ہوت" سے تعریف کیا ہے۔

لیکن یہ بھی مشاہدہ و تجربہ ہے کہ گل پیروزی کی سانی کے باوجود وہ صلحتیں کیاں نہیں ہوتیں جو اللہ نے ان میں دریافت فرمائی ہیں۔ سرسرے کے یکسان میں ملک فکری صلحتیں کسی میں کم کمی میں زیادہ ہیں۔ احصاء رئیس سرسرے کے ایک حصے ہیں لیکن ان کے مجموعی عمل سے مزاج اور طبیعتیں نوع بہ نوع بنتی ہیں۔ آپ وہاً خارجی حرکات اور انعام و اشناز کی استعداد کو دیانتے اور کسی کو اچھارتے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ دیکھتے ہیں خاص قسم کی مشت و یا حضرت سسرینم اور ہپنادرم جسی ہی حرمت ناک چیزوں کو نہ پوریں لاتی ہے۔

بزرگوں کی کرامات سے انکار مکن نہیں۔ سادھو اور جو گی بھی ریاضت و مشقت کے ذریعے ماقبل العادت امور پر قادر ہو جاتے ہیں۔ گویا یہ حقیقت اپنی جگہ مسلمات میں سے ہے کہ جو اس خمسہ اور اوصاف کے علاوہ بھی

زندہ تشریف فرماہیں؟ اگرچہ انہیاں بھی رسم طرح زندہ طھائے گئے ہیں تو قرآن کریم نے ان کے اٹھاتے جانے کا ذکر کیوں چھوڑا؟ اور یہ بھی سنایا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی وفات جنکل دیہیہ میں ہوئی۔ تو کیا وفات کے بعد زندہ کر دیئے گئے اور آسانوں میں بلاسے گئے۔

میں نے اپنے استاد سے پوچھا تھا، لیکن انکی طرف سے بھی گول مول جواب ملا۔ برادرِ کرم تعالیٰ جو اب عنایت فرمائیں۔

حوالہ:-

رسے پہلے اس اساسی نکتہ کو ذہن میں اچھی طرح جاگزیں کر دیجئے کہ قرآن اور حدیث دونوں ہی میں حکمات کے ساتھ مشاہدات بھی ہیں۔ ان کا ہونا الفاظی ہیں، بلکہ قدرت کی طرف سے ارادہ ان کا انتہام کیا گیا ہے تاکہ سوہنزوں کے ایمان بالغیر کی گہرا ی ناپی جانے اور دیکھنا جاسکے کہ کون خالصہ اپنے علم و ہم کا تابع ہے اور کون لپٹے علم و ہم کو اللہ اور رسولؐ کے تابع بنا کر ان کے ہمراہ شاد ہر مقام اور ہر بلاغ و اخبار پر آمنا و صدقنا بکار اٹھتا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ اللہ حل شانئے خود ہی آیات مشاہدہ نازل فرمائیں اور خود ہی یہ وضاحت بھی فرمادی کہ مشاہدات کے لیے پڑنے والے وہی ہوں گے جن کو لوں میں بھی ہے۔ سلیم القلب میمن تو حکمات سے جی لگاتے ہیں اور مشاہدات کے مفہوم درا د کو اللہ کے سپرد کر کے تہیہ دل سے اعلان کرتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہم اس سب پر ایمان لائے۔ اللہ نے لپٹے یہن، ساق، وجہ اور ضاحک وغیرہ کا ذکر فرمایا۔ ہم اس سے کوئی بحث نہیں کہ ان کی صحیح مراد کیا ہے۔ یہ

فی الحقيقة استعارہ ہی استعارہ ہیں یعنی الواقع بھی اللہ کے یہ دسات اور دجه و ضحاک ہیں ہیں۔ پھر ممکن ہیں تو وہ کس طرح کے ہوں گے اور کیونکہ جسم کے اشتباہ سے بچا جاسکے لگا۔ جو کچھ بھی ہر ہمیں تو صرف ان میمن کے زمرے میں داخل ہونا ہے جن کا ذکر اللہ نے باہر فرمایا

دیکھا کہ اللہ کے رسولؐ نے سواریاں آئے جو طھائے جانے کا حکم دیا تھا اور نماز آئے جسے ہی جاکر پڑھی تھی۔ اس کی وجہ ایک اور دو ایسے مسئلہ ہوتے ہے کہ جس مقام پر آپ سوئے تھے وہاں شیطانی اثرات کا غلبہ تھا۔ آجکل کے سنتے ذہن تو اس تو جسمہ کو ہضم نہ کر سکیں گے ماخین جدید فسروں نے صلامت سک کا مفہوم مدل سے گھٹ کے بتایا ہے تو یہ بات ان کے دل میں کیسے آتی ہے؟ ترے ای کہ مجدد، ڈھنکا، شیطانی اثرات حقائق ہیں، لیکن ہم کیا کیوں کہ واقعات کو جھپٹلایا نہیں جا سکتا۔ یقینہ نہیں کہ حصہ گزار اور ان کے اصحاب پر زندگی کا غیر معقول غلبہ شیطانی اثرات ہی کاشاخانہ ہوا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اتفاقاً یہی نہیں ہمہی ہوتی چلی گئی ہوں۔ دونوں صورتوں میں یہ بہرحال ہٹھے کہ مشیخت ایزدی ہی سے اسے مقدور فرمایا تھا اور حکمت بھی کچھ میں آئی ہے کہ رسولؐ کی بشریت کا اثبات کرنے والے احوال کی فہرست میں ایک اور حالت کا اضافہ ہو جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

علام بالاکی باتیں

سوال ۷:- (ایضاً)

تم سراسوال یہ ہے کہ رسولؐ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب معراج پر تشریف لے گئے تھے تو بذلت احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے ان حضرات انبیاء کرامؐ سے ملاقات کی ہے۔ حضرت ابراہیمؐ، حضرت ذوقؐ، حضرت ادريسؐ، حضرت موسیٰؑ، حضرت علیؑ وغیرہ اور رسولؐ کے سے ان انبیاء کی گفتگو بھی ہوتی ہے۔ خاصکہ حضرت موسیٰؑ سے تم را نماز کے بارے میں منور ہے دیتے گئے۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت علیؑ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھاتے جانے کی کیا تخصیص ہے جو کہ درست انبیاء علیهم السلام بھی زندہ آسانوں میں سکونت پذیر ہیں؟ حالانکہ آسانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت علیؑ ہی آسانوں میں ہیں جس اور کیا آسانوں میں یہ انبیاء علیهم السلام اب بھی

آخری نقطہ عود جھے۔ اس کے بال مقابل آج کے زمانے پر نظر ڈالنے جبکہ سائنس نے قدرت کی عجیب و غریب قوتوں سے پورہ اٹھا دیا ہے۔ فی مکمل ایک لامکا شنی ہزار اصل رفتار کا اور اک کیا جا چکا ہے۔ ایک ذرہ بے سعت اور کی ہولناک قوت کا تحریر ہو چکا ہے۔ گر تعلق نے ماروں کو ملائکہ اور جن دشیا طین تک کی حقیقت میں شک ہے۔ جنت اور دنرخ کے وجود میں شبہ ہے۔ ہذا ب قبر کو مذاتی تصور کیا جا رہا ہے۔ حد ہے کہ رسول ارشد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو کوئی رُغْفَۃُ اُخْرَانَتْ سے انکار ہے۔ یہ بے شکنی کفر میں نہ ہو تو ایمان کا وفا خری درجہ ضرور ہے جسے نقطہِ موجودہ سے زیادہ جیشیت حاصل ہیں۔

ہم اخبارِ غربت کا بیس تو جمہرہ تادل اور بحثِ نظر کو سر نہیں کرتے میظن وہاں کیا کام دے جی بہا عقل و حواس کا گذری نہیں۔ قرآن نے بتایا کہ حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اٹھایا گیا۔ ہم تیر دل سے ایمان لے آئے۔ اللہ کے رسول نے فرمایا کہ میں نے شبِ معراج میں فلاں فلاں اہمیات سے ملاقات کی۔ ہم نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا صدقۃت پار رسول اب ہمں اُن الحبیبیں سے کوئی سروکار نہیں جو عقل میظن کے اتنے سے اُبھری ہیں۔ ہرگی اصل حقیقت جو کچھ ہرگی ہم صرف ظاہر مراد پر ایمان لاسکے ہیں اور ضمانت و عاقف کو مستحبہات کے خانے میں، لکھ کر دماغ سوزی سے دستہ بردار ہو گئے ہیں۔

یہ تو خطا ہمارا سندیدہ جواب۔ لیکن آپ کو شاید ہی نیتاً سے اس نے تعلق کے درجے سے بھی کچھ عرض کیتے ہیں۔

جو اللہ عزوجلوں سے پوری کاماتِ خبوبیں لا سکتا ہے اور ایک نقطہ منی سے انسان جسی نشانہ کا رکھیں کو جنم دے سکتا ہے؛ سے کہنے یہ بھی کچھ مشکل نہیں کر لائے کسی بندے کو زندہ انسان پر بلائے۔ لوگ سمجھیں ہم نے یعنی ابنِ حرمٰم کو سولی دیدی مگر حقیقت یہ ہو کہ عیسیٰ تو

امنِ الرَّسُولِ عَلَيْهَا السَّلَامُ
الْكَيْرُ وَنَرَتِهِ وَأَمْوَالِهِ
رسول پر نازل فرمایا۔

ہمارا ایمان ہے کہ قرآن کے ملادہ بھی جو اطلاء، بشارة اور خبرِ اللہ کے رسول میں اپنے الفاظ میں دی ہے وہ اسی طرح واجبِ التصدیق اور حق ہے جس طرح قرآن کی آیت۔ ہم صرف یہ ملتے ہیں تو ہم راجحین کریں گے کہ جن ارشادات کو رسول اللہ کی طرف نسبت کیا جا رہا ہے اور کی تسبیت آئی کی طرف۔ قابلِ اعتماد بھی ہے یا نہیں۔ لیکن جب بحث و تحقیق کے

تیجیں پہنچاتے ہو جائے کہ تسبیتِ درست ہے تو پھر جون و حرا اور این و آن کی کوئی تینجاش باقی نہیں رہتی۔ ہم پیکار اُٹھیں گے کہ آمنا و مدد قدا۔ یہی تورہ جذبہ ہے جس کے نقطہ کمال کا نام ابو بکر صدیق ہے اور جس کے مقابلے زوال کو آپ از راہِ اختصار "پر دیز" کہے سکتے ہیں۔ یاد رکھئے ایک زمانہ تھا جب انسان ایضاً اور یہ رائی پڑوں کا تو کیا ہوا تی جہاڑ کا بھی تصور ہیں کہ رکا تھا۔ اس کے علم میں تیز رفتاری کا طویل عرض اُٹھوں اور گھوڑوں سے آگے نہیں ٹھہرا تھا۔ اسی دو میں کچھ لوگ ابو بکر کے پاس آتے ہیں۔ ابو بکر ایسی تک "صدیق" کے لقب سے مشرف نہیں ہو سکے ہیں۔ آئندے دوسرے اور اس سخن کہتے ہیں۔

"مَنْ لَمْ يَهِنْ بِمَهْمَاتِهِ فَلَمْ يَكُنْ فَرِيقَةً" کیا فرماتے ہیں؟
"کیا؟"

"یہ کہ وہ راتوں رات بیت المقدس کی سیر کر آتے۔ حالانکہ تھیں عظم ہے بیت المقدس آئندے جانے کے لئے دو ماہ چاہیں۔"

"تھجھی کیا رسول اللہ نے ایسا فرمایا؟"

"جی ہاں اکھی کا ارشاد ہے۔"

"تو خدا کی قسم تھج فرمایا۔ کیسے ہوم لوگ کہ رسول خدا کے ارشاد پر شکر کرتے ہوئے۔" یہ تھادہ ایمان "وہ اعتماد وہ ثبوت وہ سیکنڈ جس نے ابو بکر صدیق" بنایا۔ جنوبت کے بعد ایمان بالغیب کا

درج تھیں۔ دونوں کے سرے پر گنبد خضراء کا فوٹو ایک فاصن
اینداز میں چھپا تھا۔ میرے دونوں بیس سے ایک شخص آتے
اور انہوں نے مسجد سے دونوں بوستر وں کو چھڑانے پر اصرار
کیا۔ وجہ وہ چھپے پر ایک بات تو سمجھ میں آئی کہ مسجد میں کی شخص

تائیخ دیکھنے نہیں آتا۔ اس لئے کلینڈر جاہے جماعت اسلامی
کا ہو یا اسی اور کا چھڑانے تھا۔ لیکن دوسرے بوستر
جس میں نیچے احادیث بھوی اور اور گنبد خضراء کا ذکر ہے
بھی مسجد سے نکال دیتے پڑھ رہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے
کہ یہ تو کسی جاندار کا فوٹو نہیں ہے کہ مسجد میں یا اپنے ہمراں
بھی شوق سے آؤیں اور کہا باغت گناہ ہے۔ اس کے تعلق وجہ
وہ چھپے پر انہوں نے کہا کہ جب خدا کے گھر کو ہم گنبد خضراء سے
زیست دیتے ہیں تو بعض لوگ جو اپنے مکانات کو نیروں
پر رہا اور اپنے اللہ کے ہزارات کی تصویروں کے مزین
کھوئے ہیں، کیسے منع کر جاسکتا ہے۔ اپنے کلام میں زور
پیدا کرنے کے لئے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ خاتم کعبہ جسے خدا
کے بہت بڑے میودینے اور یعنی گھر نے بنایا تھا اور اسکی
خلافت کے طبق بھی اپنی اولاد اور وہاں کے لئے دارکو
بتلا کے لئے تھے پھر بت پرستی کا دروازہ کیسے کھلا اور ایک
خدا کے ہمراں ۱۔۳ متوں کی پوچھیز کر ہوتے تھے 9

دوسری بات یہ کہتے ہیں کہ جہاں تک زیست دینے کا
سوال ہے ایک عمومی جیز کو اچھی جیز سے زیست دی جاتی ہے
اور یہاں پر اُک بیبری زبان مکھرہ اجرا ہی سے کہا جائے
تو نہیں ہو کہ آگے بڑھیں تو خدا کے جیب کے گھر کی تھیک
کے تھیک ہو جائیں۔ یقین ہے کہ آپ صہیون کو چھوٹے ہوئے
دریافت طلب امر ہے کہ مسیحوں اور اپنے مکانات کو
شووق سے اور احتراماً بھی ہم گنبد خضراء اور دوسرے پر رکن
دین کے ہزارات کے فرتوں سے مزین کر سکتے ہیں یا انہیں
اگر نہیں تو جماعت اسلامی اپنی بالغ نظر جماعت جس کے
وہ بھی قائل ہیں اس میں ملوث کیوں ہے۔ اگر جائز ہے تو
وہ کہتے ہیں کہ سلف صالحین جن کے دلوں میں اپنے رسول میں کا
احترام ہم سے ہزاروں گناہ زیادہ تھا جب دایر رسول سے

جن کے تو آسمان پر اٹھا لئے سمجھے ہوں اور ان کی جگہ
کوئی اور ایسا شخص سوی پاگا ہو جو صورت اور جسم میں
ان کے مشابہ ہو۔ آخر کیا آج ہمیں آپ نہیں دیکھ لے گئے
عقل انہیں ہیں۔

پھر ہمیں اللہ کے لئے مشکل ہیں کہ تن انجیں اور
دنیا والوں سے قتل کر دیا ہو یادہ اپنی طبعی موت مر گئے
ہوں اور کی رو جوں کے لئے بالکل ولیماہی دوسرے حرم عالم
بالا میں غمیت نہ رہا دیں اور یہ رومیں ان میں جا بیسیں تو
کچھ بھی فرق ان کے دنیا وی وہذا اور عالم بالا کے وجود
میں نہ رہے۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ موت حسوس پر
آتی ہے تو جوں پر نہیں۔ جب دنیا اسے جنم جیسا اور سر
جسم عالم بالا میں غمیت کر دیا گیا اور روح اس میں جا بسی تو
کوچھ بھی دنیا میں موت سے ہمکار ہو پہلا تھا اسی عالم
بالا میں زندہ سلامت مع جسم کے موت وہ ہے۔

اس تو جیہے یہ مفرود ضم ختم ہو گیا کہ عالم میں اسی
الامان سے ملاقات ہر ملکتی ہے جو زندہ آسمان لیٹھا
گیا ہے۔ مفرود ضم ختم ہر اور آپ کے اخکان کا بھی حل بھل
آیا کہ ماں اس بہ نہیں زندہ آسمان پر نہیں اٹھائے گئے
اور جن اپنے اس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب مراج
میں ملاقات فرمائی ان میں سے بعض کی دنیا وی متو مرضیط
رو بیات سے ثابت ہے لیکن دنیا جیسا جنم عطا فراز اک
ارواح انسیاء کو ان میں مستقل کر دیا گیا ہو تو شب مراج میں
ان سے ملاقات کیا اسحال رکھتی ہے؟

(آپ نے بیک وقت پانچ مولوں کی دینے ہیں اسدا
لیقیہ دو کے لئے انتار اللہ آمندہ لمحائش نکالی جائے گی)

مسجد میں کلینڈر اور کتبات

سوال :- از محالیں - سنڈر۔

ادھر ایک واقعہ ہوا۔ میرے یہاں کی مسجد میں جمع
اسلامی کا کلینڈر ایک طرف آؤیزاں تھا اور دوسری طرف
اسی سائز کا دوسرے بوستر جس میں چار احادیث نبوی صحیح ترجیب

ہے۔ خوری پر کرنا چاہئے کہ کوئی حیز جائز ہے اور کون سی ناجائز۔ مکن عقیدہ و عمل کا شریعت نے اذن دیا ہے اور کس سے رد کا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہم مسلمان ہیں میں یہ شمار لوگ ایسے ہیں جو ختنی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت رخصیت میں اس درجہ علیکرتے ہیں کہ عالم الغرب اور چھاروں قطب مانے سے ہمیں بخوبی کہا اور حضورؐ کی البشریت کا اثر اور اعتراض بھی اپنی سخت گرا ہے۔ تو انصاف سمجھتے کیا ہم فلا مان حمد کو اپنے پایا رے رسولؐ کی جائز و ممتاز بُ شاخوانی اور توصیفِ رُنگت بھی اس اندیشی سے چھوڑ دیں چاہیے کہ غلو پسند کو شہ ملے گی اور وہ حضورؐ کو خدا بنا چکھوڑیں گے۔

بھیں حجراسود کو چھینے کا اذن دیا گیا۔ کیا اس خوت سے ہم اسے چونا چھوڑ دیں کہ یہ قبیلہ سنت کے لئے بنیاد جواز دیا کرتا ہے۔ ہمیں طواف کعبہ کا حکم ملا۔ کعبہ بہر حال ٹھی ہی کا ایک ٹھہرے اور اس کا مالک اللہ وحدہ لا شریک آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔ تو کیا اس خوت سے طواف کعبہ کی ترک کر دینا چاہیے کہ اس سے بیکری نہ سوس کی عادت اور قبروں کے طواف کا راستہ ھٹلتا ہے۔

گفتہ حضرات کس نے کب بنایا۔ یہ ہمیں حضرت نہیں لیکن یہ زوجہ پرسی نہیں بلکہ گمراہی ہوئی کہ کوئی مسلمان تمہید خضرار کو اولیا اور الشتری قبروں اور قبوں جیسا بھجوئے۔ العظۃ اللہ۔ اللہ کے سچے بنی نے خود فرمایا کہ انہیاء کا جسم مشق پر ہر جا ہے اور یہ بھی جملہ مسلمانوں کا متفق علیہ عقدہ ہے کہ مسافر کے بعد بھی ہمارے بغیر صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کمی فرع کی نزدیگی مhal ہے۔ اس سے ہمیں بحث نہیں کر لیا گی دنیاوی ہے یا بزرگی۔ کسی بھی ہر یہ بہر حال رسی سے بالآخر ہے کہ حضورؐ کو ہمارا درود مسلم بخواہ جو اور نصرف آج کا جسم طریقت امت نکل سمجھ پر مسلم رہے گا۔ بلکہ آج کی روح پر فتوح بھی دنیا سے اس طرح کا ترک تعلق نہیں کر سکی ہے جس طرح دوسرے انسانوں کی روشنی کو جاتی ہیں۔

بہت دُور پورا باش اختیار کی تو انہوں نے احترام اپنے گھروں یا مسجدوں کو اس قسم کے فلسفوں سے گزینت بخشی یا نہیں۔ ممکن ہے کوئی خیال کرے کہ اس وقت فلسفہ گرافی کا رواج نہ تھا میں تو کہتا ہوں کہ اس سے لگ ہوئے زمانے کے عرب تصویر کشی ہیں نہیں بلکہ بت گئی میں یکتاں سے روزگار تھے اور یہ من مردہ نہیں ہوا تھا۔ میرے دوست یہ بھی سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلیع میں محبت اور ان کے احترام کا طریقہ نہایت نادوست ہے کہ ان کے مزار کے فلسفے تو مسجد اور گھر کو مرن کریں اور عمل کے میدان میں ان کے ایک ایک ارشاد کو تیکھے ڈلاتے جائیں۔ آپ کی راستے کی اشد ضرورت ہے اور شدت سے انتظار ہے۔ ایسی ہے کہ جعلی میں ضرور شائع کریں گے جواب:-

چنانکہ ذوق وہ جیدان کا تعلق ہے خود را فرم اجڑ کو بھی یہ بات اچھی نہیں معلوم ہوتی کہ مسجد کے درد بام اکامتہ و پراسنہ کے جائیں یا ان پر پوٹ اور کلینڈر دغیرہ لٹکائے جائیں۔ مسجدیں اسلامی تادی و نفاقت کا نمونہ ہوتی چاہتیں اور ان کی اندر وہی دیوار و پنیر ایسی کوئی حسن کا رکن نہیں ہوتی چاہتے جو منازی کے خیالات کو اصل مرکز۔ توجہ ای اللہ۔ سے بھیٹکاتے اور کابل ذہنی بیسوائی میں حارج ہو، لیکن چنانکہ عدل دوست کا تعلق ہے یہ مانے بغیر طارہ نہیں کہ چار ایسی بھی امتی کا ذوق وہ جیدان مسائل شریعت کا فیصلہ کرنے کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ نہیں لازم ہے کہ خود کو درمیان سے مہما کر فالص شریعت کو نجح بنائیں اور جن مسائل میں جتنا تو سع شریعت حق نے رکھا ہے اتنا ہی تو سع خذہ پیشانی سے تسلیم کریں، چاہے یہ ہمارے مزاج کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

اس تمہید کے بعد ہم عرض کرسے کہ آپ کے دوست کا طرز عمل درست نہیں ہے اور جو استدلال وہ اس کے جواز میں ہیں فرمائے ہیں وہ بھی ضمبوط نہیں

دھوٹ یہ دینی چائے کے گنبد خضراء سے پیا رکرنے والوں نے
حضراء کے مکین صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت سے
بھی پیار کردا اور حضور کے احکام و مفہم کی بھی پیروی کر کے
دھکا رکھا۔ یہ نہیں دینی چائے کے مکمل عملی پیروی نہیں کرتے تو
جن باتی لگاؤ اور تقدیس و تحریم سے بھی ہاتھ اٹھاوا۔

احادیث اور گنبد خضراء پر مشتمل یوسط کو سمی سے ہٹا

دینا ہماری بھی میں نہیں آیا۔ مسیح میں لٹکائے جانے والے
احادیث کے کتبوں سے نمازی عوام کو خاصاً فائدہ پہنچا ہے۔
عوام تو کیا خود حاجز کو بھی۔ جسے آپ عوام میں داخل کرنے
پڑھر نہیں ہوں گے۔ ان سے نمازہ پہنچا ہے بعض ایسی
حدشیں جنہیں کتابوں میں اگرچہ پہلے ہے پڑھ رکھا تھا مگر جب
دیوار سجدہ را آذیں نظر آئیں تو کیا ان میں سے حفظ کر لی گئیں
اور دل نے کیا کہ نالائق ایسیں کیا اس نے پڑھا تھا کہ طلاق نسائیں
میں رکھو۔ یہ تو یاد کرنے اور سنت کے مطابق عمل کرنے کی
چیزوں۔ الگ خدمت پر یہ گذری تو آخر دوسرے نمازوں میں ایسے
متعدد حضرات کیوں نہ ہوں گے جنہوں نے اپنی کتبوں سے یہ
سین حاصل کیا ہو گے سجدہ میں داخل ہوتے وقت کیا پڑھنا چاہئے
اور خارج ہوتے وقت کیا۔ پہلے کو نسا پر رکھ کر مسجد میں داخل
ہوں اور اپنی میں کو ناقدم پہلے باہر نکالیں۔ وغیرہ ذکر۔
سلف صالحین نے الگ گنبد خضراء اور احادیث کے لیے
گھروں اور سجدہ کی نہیں لٹکائے تو اس سے آج گل ان کے
لٹکائے پر سعادت حاصل کرنا اور سست ہیں۔ یہ بات کو سلف
صالحین نے کیا کیا اور کیا نہیں کیا اُن امور میں دیکھنے کی بُری
ہے جو بطور عبارت اختیار کئے جائیں اور جن سے کسی خاص
عیسید کا مظاہرہ ہوتا ہو۔ مثلاً مردِ حجہ فاتحہ اندر و نیاز،
قریوں پر قرآن خوانی، معین نامہ کوں پر میلاد اور اس میں
قیام اور غیرہ۔ یہ سب امور تعبدی چیزیں سے کہے جاتیں
ان پر ثواب کی توقع کی جاتی ہے۔ ان میں ہم اختیار دیکھیں
کہ جن سلف صالحین کے احوال و اعمال ہمارے لئے شرع را
ہیں۔ انھوں نے ان کے بارے میں کیا وہ امور کی
یہیں کیجیں لٹکے ہوئے گنبد خضراء کی تصور تو عمارت کے

ادریس بھی تجویلیہ کے قبر نبوی پر حاضری بدعت نہیں
ایجاد نہیں بلکہ اس کی برکت و مجددیت متعدد روایات
سے ثابت ہے اور اسلامیہ کے ام میں حضرات توحید کے
معاملہ میں بہت شدید اور بدعت سے انتہائی گریزان ہے
ہیں وہ بھی یہ حرّات نہیں کر سکتے ہیں کہ دیا رسول میں ایں
اور قبر رسول پر حاضرہ ہوں۔

القصیل سے معلوم ہوا کہ قبر رسول کا معاملہ اولیاء
اللہ کی قبور جیسا نہیں اور گنبد خضراء کو دیکھ مقابر کے
گنبدوں پر قیاس کرنا زہنی سلامتی سے بیعد ہے۔ یہ گنبد
زبانہ ہوتا تب بھی دیا رسول میں حاضر سو ہوا لے کیتے
قبر شریف کی حاضری آئی ہی ضروری بھی جسی اچ ہے۔

اس کے بر عکس مرثیہ و مشارق کی قبروں پر قبیلے اور
درگاہیں بنانا، ان پر سیلے لگانا، ان سے طاعت دینا زندگی
کا سلوک کرنا، ایسیں استفادہ و استفادہ کا مرکز تراویدینا ایسا
طریق کا رہے جس کے حوالے قرآن و سنت، تعالیٰ مجاہد
اور احیادات ائمہ میں کوئی بیناد نہیں، بلکہ اس کی مخالفت و
قبحات پر بہت سی حکم لیلیں ہیں۔ تو یہ کیا الصاف ہو گا
کہ امور مخصوص پر سبقت کرنے والوں کے ڈر سے اُس گنبد
حضراء کی تقدیس بھی نظر انداز کر دی جائے جس کے پیچے ہمارے
رسویں نقشیں اس تراحت فرمائے ہیں اور زمین کی محیا
نہیں کہ ان کے گوشت پر سمت پر وہ مشتی تصرف کر سکے جو وہ
دوسرے مر جموں پر کرتی ہے۔

یہ درست ہے کہ رسول اللہ کی اصل محبت اُنکی طاعت
کا نام ہے۔ فریب خود ہے وہ شخص جو گنبد خضراء کی تصویری
تلکاٹا ہے، درود تو پڑھاتے، نعمت کے گفت تو گاتی ہے ایں
عمل کے اشیع پر خلاف شرع اعمال کا مرکز ہے۔ ایسے شخص
کے لئے ہمارے پاس کوئی لفظ تھیں نہیں۔ لیکن یہ تو نہیں کیا
جا سکتا کہ جو شخص حرام سے نجات ہو، حضور کی نعمت بھی جو ہے
دے۔ گنبد خضراء کی تقدیس سے بھی درست برداور ہے جائے۔
درود بھی نمیڑے۔ حقاً کہ عملی پیروی اصل ہے مگر حضورؐ
گی قلبی محبت، تعظیم اور ادب بھی تو فرض میں سے کم نہیں

نیز یہ بھی سوچئے کہ گنبد خضراء قرون اولیٰ میں تھا کہ پرتو بعد کی تعریف ہے۔ زادہ سے زیادہ صحیح نبھی اور صحت اللہ کی تھا ویرجربت آسکتی ہیں تو اول تو بھی شامت کرنا مشکل ہے کہ سلف صالحین میں کسی کے پاس ان میں سے کسی کی تصویر نہیں تھی دوسرے جن سلف صالحین کا اُس وہ ہمارے لئے مشتمل ہے ان کے تباہیوں کی طرف کے تھے کہ ان میں اس طرح کے غیر فیاضی شاگرد کی طرف توجہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ ان کے شرک دروز جمادیہ و عبادت اور جہاد و اقدام کی تسبیت کی نظر تھے۔ وہ قور و حاشیت کی اس منزل میں تھے جہاں اللہ اور رسول صلیٰ کی ذوات مقدسہ کا فد کی بجائے دل اور روح کی الواح پر طور و نہ رہتی ہیں۔ وہ تو کہے اور سجدہ نبوی کو آنکھوں ہیں لئے پھرستے تھے۔ انہوں نے الگ مسجد نبوی اور صحت اللہ کی تھی تھا ویرجربوں اور سجدوں میں نہیں لٹکائیں۔ انہوں نے اگر احادیث کے کتب مساجد میں آدمیان نہیں کئے تو اس سے یہ سب کہاں ملا کہ آج بھی یہ کام ناجائز ہے جب کہ قلوب و اذہان اور روح و ضمیر پر دیسا ہی دنیا طاری ہے اور بہا غیرت ہے کہ دنیا زادہ مسلمانوں کو چھوڑ کی چند مدشیں اسی طرح پریخ جاتیں یا گنبد خضراء کی تصویر و مکملہ یہ خال آ جائیں کہ تم پر اس گنبد کے پیچے استراحت فرمائے وائے پیغمبر کا بھی پھرست ہے۔ یہی خوش کے دن اس گنبد والے کی لاٹی ہوئی تحریرت کے سلسلے میں بھی جایدہ بھی کرنی ہے۔

کلینڈر کی بات یہ ہے کہ یہ شک لوگ مسجدوں میں تاریخیں و بھی نہیں آتے لیکن تبعاً اور بلکہ تکلف انہیں تاریخیں معلوم ہی ہو جاتیں تو اس میں قباحت کیا ہے۔ ہمارا تخیال ہے کہ تمسی تاریخوں کے شیوع اور کثرت استعمال کے باعث چاند کی تاریخیں چندی صدر سے زیادہ مسلمانوں کو یاد نہیں رہتیں۔ الگ مسجد جیسی عدالتیں جہاں مسلمان ہر وقت ہے روک لوک آ جا سکتا ہے جاندی تاریخیں تباہ رہ سکتیں ہکھا۔ چونکہ خضراء کی تصویر کوئی مسلمان ہو رہ بھی نہیں اسے تھا کہ اس نے مشغله کشت ہزاروں کی تعداد میں رنگ برنگ چھاپ دیں اور جس کا جی چاہیے چند پیشے خروج کر کے اسے خرید لائے۔

نقطہ نظر سے ہیں لٹکائی گئی۔ لہذا یہی صرف اتنا دیکھنا ہو گا کہ یہ شریعت کی نظر میں بجائے خود حرم ہے یا مباح۔ الگ مباح ہے تو جس طرح ریل اور بھوائی جہاز میں صفر کرنا مباح ہے اس طرح گنبد خضراء کی تصویر بنا بھی اعتراض سے بالاتر ہو گا۔

اب ربا احادیث کے کتابات کا معاملہ تو حضور نے خود فرمایا کہ بلخوا ختنی دلو آتی۔ اگر تھیں میری ایک بھی حدیث باد ہے تو اسی کو دوسروں تک پہنچا دو۔ سلف صالحین کو حدیث از بر تھیں جیسیں از بر نہیں تھیں وہ کتب احادیث کو زیر طبلہ رکھتے تھے۔ معاشرے میں احادیث کا چرچا ہام تھا۔ یہ حدیث جو آج کل کتابات کی شکل میں مساجد میں لٹکا دی جاتی ہیں اس قدر شائع زانع تھیں کہ عوام کی بڑی تعداد اس سے باخبر تھی۔ سدا خالیکہ آج سب خاص بھی انہیں خضراء نہیں رکھتے۔ فلمہذا سلف صالحین کے دماغ میں یہ تصویر سدا ہونے کی کوئی دھمکتی نہیں تھی کہ کبھی کوئی الحکم کو مساجد میں طالبو آج یہ وجود موجود ہے۔ لہذا چونکہ یا ادارہ خالصۃ لتدی کا کام کرتا ہے اور حقن علیہ احادیث کو اس طریقے پر لوگوں تک پہنچاتا ہے کہ انہیں وقت اور محنت صرف کے بغیر یہ مفت بر اہم باقاعدہ جاتیں تو وہ سلف صالحین کی بیروتی اور ہادیت رسول ہی کا ابیاع کرتا ہے۔ درائع کا فرق ہے مدد اور مفاد کا کوئی فرق نہیں۔

اور یہ چوڑیا یا کار عرب تصویر کشی اور ہوت گری میں لیکا رہ گا کہ لہذا سلف صالحین کیتے گنبد خضراء کی تصویریں جتنا کر لینا بہت آسان تھا تو آپ کو معلوم ہے کہ پریس کا اذراج بہت بعد میں ہوا ہے۔ قرون اولیٰ میں الگ مسلمانوں میں کچھ یا ہر بن تصویر کشی رہے بھی ہوں تو اول تو چونکہ اسلام نے تصویر کشی کی ہمت افزائی نہیں کی اور جاندار کی تصویر کو تو حرام ہی قرار دیا اس لئے مشغله کشت سے جاری نہیں رہ سکتی تھا۔ چونکہ خضراء کی تصویر کوئی مسلمان ہو رہ بھی نہیں اسے تھا کہ اس نے مشغله کشت ہزاروں کی تعداد میں رنگ برنگ چھاپ دیں اور جس کا جی چاہیے چند پیشے خروج کر کے اسے خرید لائے۔

مقالات جمال الدین افغانی مجدد صدیقی کے
افغانی کے زندگی افراد و ائمہ روح پروردگار عالم آفیز
اور رائیخانی خطبات و مقالات کا مشتمل اور دو ترجمہ
قیمت ٹیکلہ چار روپے

تذکرہ حضرت شاہی المساجد حضرت مجدد اعظمؑ کی زندگی اور ان کے فکر و نظر کی تشریع و توضیح۔ از۔ علام مناظر احسن گیلانی مرحوم۔ پھار پیپر چاں سے سفیدۃ الاولیاء۔ سفیدۃ الاولیاء کا سلسلہ یا محاورہ اور دو ترجیح جس میں آنحضرت مجدد المساجد حمود رسول اللہ علیہ السلام و خلفائے و اشیرون دنیا خلیم الوحدیہ (دام الحمد عن عین مخلیل) اور ابو یوسفیت (امام امّالک بن انس) و امام شافعی (امام ائمّۃ عشری و ازادی احتجاج محدثات) و اسلام کی مشہور و نیک فتاویٰ اور اولیاء کرام کے جامع حالات اذ تاریخ ولادت امام ریحی دفاتر کو مستند ماخذوں سے جمع کیا گیا ہے۔ قریت مجلہ جو درجے سے یاد رکھتا ہے

البراء

عالم اسلام کے تاجر و زردار خالد برمکی، عجمی برمکی اور عفر برمکی کوں تھے۔ انہوں نے عجمد عباسی میں کیا کیسا کارہائے غایاں انجام دیتے۔ ان دا شور اور مدیر و زرداروں کے حروج دز وال کی حیرت انگریز و عبرت انگریز داستان۔ تکمیل و مجملہ پاره رہی۔

ایمینہ حقیقت نامہ مصنفہ - مولوی خاں اسلام مولانا اکبر شاہ
خارجی باری - سندھ اور محضی
مورخین مگر وہ برموں سے سندھ و سان پر قلم فاتحین کے حالت کو تعمیر
کے ذہر میں بھی ہوتے قلم سے الکھر میں کر رہتے اور مسلمان
حکمراؤں کی ساری خرابیاں ہو کر رہ کی چیزیں۔ اسی سے
میں مولوی خاں اسلام نے عقیدات علم اعلیٰ اور نماز الزیارت کا مدفن
اردو نالاں لکن جو تاریخ کی روشنی میں لکھا ہے "ایمینہ حقیقت نامہ"
کے نام سے پیش کیا۔ یہ کتاب حیرت انگرزاں کی معلوم تر کا خوازہ ہے جس کی

مشائیہ مسلم کے آخری لمحت

ائزہ: جناب محمد احمد الفزاری

لما ہے بوجکرو میرضوان اللہ علیہ السلام کے حالات و کوائف تو مسلمانوں کے بچے بھی جانتے ہیں۔ زکیوں جانیں گے جیکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بیویوں نیا کے بڑے انسان ہیں۔ انھیں یحیر لئے والا مسلمان بھی کہاں سے رہے گا۔ پھر کجا حضرت ہوئی کہ ان حضرت کے معلم، معرفت احوال، و نائج پر ہم آئے دن صفات صرف کرنے والے کریم اوس کا جواب یہ ہے کہ ان کی محبت ہمارا بھائی ہے ان کا اس وہ بارے دل کی ختنک ہے ان کا ذکر ہماری دل کی ختنک ہے اور حضرت رسول کو بالیگی عطا آئتا ہے۔ ان کی بالوں کو بار بار دہراو بار بار ان کا مقدس نام ہمارے سامنے ہے۔ ان کے بیکران ایمان، یقین کے قصے بار بار سناؤ ہم کبھی ہیں تھکیں گے۔ ان کی بادوں کا ہماری بوی عاقلا پر اچا گور جانبھی ایمان کی تازگی اور حب رسول کی گیرانی کا آئینہ ہے آپ پچاس بار بھی وہ تفصیلات پڑھے چکھڑوں جھیں یا کل سادہ انداز ہیں، اس مسلمان مصنفوں میں پیش کیا جادہ ہے تب بھی انھیں ایک بار پھر تر ہے تمازیں ہر دو روز پانچ بار پڑھنی ٹھیکی ہیں۔ ان کا ذکر دیا گیا کیوں باد بارہ ہو جن کے واسطے سے پناز ہم کل سخنچا ہوا بکرو عربہ ہوتے تو مسلمانوں کی تاریخ دوسری امنوں کی تاریخ سے بہت کم مختلف ہوتی۔ مگر ہر لئے کیوں نہ۔ اللہ کو تو یہی مظلوم تھا کہ حضرت کا اعلیٰ زین دین کی امداد کے سب سے بڑے پیغمبر کو ابھی بھی پیر و ملن ہو گا تو ایمان سوت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرائے اور کفرواحد کے ہمیب پیارا ڈرون کو پائے حضرت سے روشن ناخ و نفتر کے ڈنے کے بھاتا آگے بڑھتا چلا جائے۔ والحمد لله رب العالمین۔ (علام عثمان)

حضرت ابو یکر صدیق بن ابو قافلہ

رعدت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے «حضرت ابو یکر کی شان میں فرمایا۔ اگر میں اللہ کے بدر کی اپنی خلیل بناتا تو اب کیڑہ کو بنانا ۰»

تعارف پس حضرت ابو یکر صدیق قریش کی ایک شاخ بھی تھم کو جب سر کار در عالم نے اپنی بتوت کا اعلان کیا تو اب کی نظرت مانگنے اسے اس طرح بول کریا جیسے پیاسی ریت بارش کے پھیٹے جذب کر لیتی ہے آپ نہ صرف بلا تو قفت ایمان لے لئے بلکہ اسلام اور سر کار در عالم کی محبت و عقیدت میں اپنے آپ کو سزا پا منصر کر دیا اور نیاز مندی و خود سپردگی کا دہ توند پیش کیا جسکل تیکریب میں دکی جاوے گی۔ آپ کے متعدد قابوں فخر اور علم الائساں کے بہت بڑے اہر تھے۔

دیکھئے اظیارِ چلا اٹھیں اور دن کا بھروسیں ایک شریعتِ عالیٰ کی نہ فرم
پہنچا۔

ترجمہ۔ جب نزع کی حالت طاری ہوتی ہے اور سافنہ نہ آتے کہ کبھی
ستے سیدہ گھٹنے لگتا ہے تو زاد انسان کے کام ہیں آتے ہیں اس کو
ہوشیاری گیا اور جب پر شرمنا تراپ نے غصیلے اور ذمیں کھا اسے عاشق
اس شریعیتی یا آیت پڑھو۔ وہ جاؤٹ سکرہ الگوب بالحقیقت و لفظ
ماں کشت میں تھیں دن کوچ ۲۷ نزع کی حالت طاری ہو گئی ہے یہ
وات ہے جس سے تو خود کیا کرتا تھا، چون منٹ خاہوں رہے
کے بعد آپ نے حضرت عائشہؓ سے جب زیل موالات کئے۔
حضرت ابو بکرؓ نے اسے عائشہؓ احمد و اکرم کو کہتے پڑوں میں کھایا
گیا تھا؟

حضرت عائشہؓ : تین پڑوں میں۔

حضرت ابو بکرؓ : آپ نے کون سے دن رحلت فرمائی تھی؟
حضرت عائشہؓ : پیر کے دن۔

حضرت ابو بکرؓ : آج کو شادن ہے؟

حضرت عائشہؓ : پیر کا دن ہے۔

اس کے بعد آپ نے خدا سندھ عالیٰ کرائے انشا یوسف آج ہی
کے دن دانش ہو۔ پھر آپ نے اپنے کپڑوں کی طرف دیکھا در سریا یا
دو اور سنئے کپڑے ملائکہ اسکی میں مجھے کھنڈا ہیتا۔ بولیں۔ یوپر ہانا یو
اور یہ اسی استنباط ہے کہ یہ قسم نئے کپڑوں میں آپ کی نکھنی و نہیں
کر سکتیں۔ فرمایا۔ اے شیخ زادہ انسان بمقابلہ مردہ کے نئے کپڑے
کا زیادہ سخت ہے اور کتنی قوام لئے ہوتا ہے کہ پہن و فرو اس میں
جب ہو جائے۔

طین و نبات کے وقت آپ نے کافی بلند دارے سے دعا یعنی
بڑھی ہوتی تو قریب مسلیمانہ الحلقی بانصال الحلقی ریس سفر کوچ ۱۱
دارے پر درود گھر؛ یہیں اسلام پر مرتادے اور دینک بندوں کا ساتھ
در طاکوں اور اس کے بعد روح نفس ہنصری سے پڑا اور گرگنی حضرت
عمرؓ نے نمازِ جلوہ پڑھائی اور خلقد سول اللہؓ کو رسول اللہؓ کے پہلو
میں چورڑا نے تاجیات دنوں سا تھیں اور یہ رغبات و ثبات کے
بعد یہی قسم نہ ہوئی اور رسول اللہؓ کا پیارا قادم اپنے آنکھ کے چھوٹی
کرام کی نہیں سوہا ہے سوارت حضرت عائشہؓ اپنے باپ کی یہ حالت

دوروں کا رہنا میں میں سے ایک کارناسہ قرآن مجید کا کیک جائیں کرنا
ہے اپنے سے ایک سو بیالیں حدیثیں مروہ کی ہیں۔

بخاریؓ : مدینہ نورہ میں شرمنا سے سریعیت پڑھی اپنی دنوں
بخاری۔ بخاری میں آپ پندرہ دو سیلار ہے اس دوران امامت کے
فرائض حضرت فرمودہ سراخہم دیئے ہے۔

وکیلتؓ : حب حضرت زید و خراب ہو گئی اور پچھے کی سیرہ کردہ گئی
تو آپ نے حضرت عثمان بن عفان کو بلایا اور مندرجہ ذیل صفت کہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحيم

یہ وہ صفت ہے جو ابو بکرؓ بن ابو عقبہ نے اس جہان نالی سے
وہ حضرت ہوتے اور دارالیقائیں استدم رکھتے وہ قت کہوں ای ہے یہ وہ
وہ قت ہے جیکہ ملکراہیان لے آتا ہے اور بریت سے ٹیکا کار سخنس
جن گوئی پر اتر آتا ہے میرے تم پر عرب بن خطاب کو خلیفہ بنی یا ہے
تم ان کے احکام کی کامل اطاعت کرو اگر انعامات ہے کام کروں اور
لقوی بر میں زبان کی بیت میرا جو گمان ہے اور اینی ایسے ہے اور اگر قرآن
وہ بدیل جائیں تو یہی نے حقیقتیں بھلائی چاہیے یہی اور خوب کا حال تو
ہوا نے خدا کے کوئی بھی نہیں جانتا۔

جب و صفت نام کہا جا چکا تو آپ نے حضرت عثمان اور اپنے
غلام کو حکم دیا کہ وہ مجھ عالم میں اسے پڑھ کر سنائیں اور آپ خود
انہی ایلہی اسماہ جنت میں کامیار اسکے پیالا خانے پر پہنچ جب
و صفت نام پڑھ کر سنایا جا چکا تو آپ نے حاضر ہی کو خلقد کر کے
ہوئے افسر نہیں۔

”میں نے اپنے کسی بھائی بندوں کو تم پر خلقد مقرر نہیں کیا ہے بلکہ
عمرؓ بن خطاب کو مقرر کیا ہے کیا تم لوگ اس پر راضی ہو؟“

سب نے یہ کہا ہے پوکر بلند راہ سے سمعنا و اطہنا کہا اس کے بعد
آپ نے حضرت عمرؓ کو پیالا اور اسور سلطنت کے متعلق عین اہم
عذایات دیں جو حضرت عمرؓ کے لئے عمدہ دستور اعلیٰ ثابت ہوئیں۔

ذکر الہیؓ : حضرت ابو بکرؓ ستر یہ نہیں دیں آنکھ بندیں سر حکما
ہر اپنے بلندی کا شدت ہے اور آپ ذکر الہی میں مشقول ہیں ام المؤمنین
حضرت عائشہؓ صدیقہؓ آپ کے پاس راستی ہوتی ہیں کہ اچانک آپ پر
غصیلی کا درود پڑھا جاتا ہے اسی وجہی حضرت عائشہؓ اپنے باپ کی یہ حالت

القاموس الجدید

ایک فتح الشان اور دو عربی دلکشزی۔ بخشارہ اور دو الفاظ کے عربی مترادفات کے علاوہ اس میں ضربہ الامال بخداوت اور زبان کے شئے تغیرات کا عاظر رکھا گیا ہے۔ ضروری تھا پر تصاویر کے ذریعہ یہ ہم کو واضح کیا گیا ہے مفہد، بیش قیمت اور جلیل القدر۔ مجلد سات روپے۔

غذیۃ الطالبین مسم فتوح الغیب
دار (و عربی) شیخ المشائخ حضرت عبدالقادر جیلانی رضی کے شہرہ آفاق افادات عالیہ و فتحم جلدیوں میں مکمل۔ چو جیں رصہ

المنجد

عربی کی مشہور زبان لغت المنجد اور ترجیح اور تصاویر کے ساتھ۔ قیمت مجلد ستائیں روپے۔

خطبات مدرس

سیرت کے ہفتونگ یورولنسیڈ سیمان ندوی کے شہرہ ترین خطبات جو پابھاوب آپ ہیں۔ مجلد ساز سیمین روپے

کرامات صحابہ

مولانا اشرف علیؒ کی ایک رچیپ کتاب۔ ذریعہ روپیہ۔

تفاریر امام غزالی

امام غزالی کی معارف دواعظ سے بربر تقریبیں۔ سواد دو روپے

سیرت عمر بن عبد العزیز

وعظیم خلیفہ عس کی سیرت صحابہ کی سیرت کا امینہ ہے۔

قیمت مجلد سیمین روپے

مکتبہ تجلی دیوبند (دیوبندی)

کسی امداد کو نصیب ہوئی اور اس پر جتنا ہمیں لٹک ریا جائے کم ہے۔
تاریخ دنات سلسلہ تحریر طلاق (تاریخ دنات)

حضرت ابو یکرہ کی دنات سے مدینہ کی نھا اربت دا خطراب کی بخانہ ہرون سے بہر بن جو گی لوگوں کی تھکاری، بہر بنی سے کم دیش دی کیشیت طاری تھی جس کا تخلافہ، حضرت مولی اللہ علیہ السلام کی دنات کے وقت دیکھنے میں آیا تھا حضرت علیؓ بن ابی طالب صبغہ ریسے بیتا ب لوزیہ قدموں کے ساتھ آئے اور عمر سے کے دروازے کے پاس کھڑے ہو گردید ناک ہیجیں مسترا یا۔

اسے ابو یکرہ نہ ادا شتم بھی آئی تھے جس نے رسول اللہؐ کی آزاد بہ بیک کیا۔ ایمان راخداں میں مہماں ہم پل کوئی دستہ ملکوں دیستہ ہے تم سب سے بڑے ہے ہونے تھے افغان و قرآنی ایجاد اور جدگی میں مہماں اثاثی کوئی دستہ، والشارع اسلام کے معتبر طفہ کئے۔ اللہ سے ہا ہے کہ وہ ہمیں مہماں سے اجر سے گرم ڈر کئے اور ہمیں مہماں سے بعد یہے یارہ دکارہ چھڑ دے بلکہ ہمارے سہارے کیلئے کوئی نہ کوئی سامان بیکارہ شد

بعد عیکے رہ اور توجیہ سنت کے انتہا میں یہ عظیم کتاب

بدعت کیا میں؟

نیا ایڈیشن

چند لیے دل نشین مقالات کا مجموعہ جو قبوری شریعت کے ہرات لال کیلئے پام مرگ کا درجہ رکھتے ہیں
قرآن۔ حدیث۔ عقل۔ اور نفل

ہر اہمیات دو صفحہ اور دو شن بر ایں دشوار اپ۔
عُرس۔ فاتحہ۔ نذر فیاض۔ تصحیح علم۔ الابل

نما۔ ایجادات و بدعاں کے لئے ضرب تکمیل۔

قیمت..... تین روپے

مکتبہ تجلی دیوبند (دیوبندی)

آنکھوں کی قدر ابھی سے کیجئے تاکہ پرھاپت تک
بینائی قائم رہے۔

آپ غلطی کر رہے ہیں

بڑا زریں مقولہ ہے

قدس نعمت بعد زوال نعمت

یہ مت سوچیے کہ خدا غواستہ جب آنکھوں
پر کسی مرض کا حسد ہو جائے گا یا بینائی
کم ہونے لگے گی اُس وقت دُرِّی بحث
استعمال کر لیں گے۔

دُوراندیشی اور دافع مندی کی بات
یہ ہے کہ ابھی سے دُرِّی بحث کے استعمال
کو معمول بنایتے تاکہ مکملہ امراض کے لئے آپ
کی بینائی کے خزانے میں بیش از بیش
قوت مدافعت جمع ہوتی جائے اور داخلی
یا خارجی اثرات اگر کبھی آنکھوں پر حملہ اور
ہوں تو جمع شدہ قوت مدافعت انہیں پہنچے
و حکیل دے۔



اک
بچا ہنا
و میں کرم
بہرہ زاروں
آدمی روزانہ
کمال کر
لیں



تین شیشیاں ایک ساخہ طلب کرنیوالوں کو مخصوصاً اس مقام

بازاریں عام طور پر ملنے والی سلامان عمواً
حضر مصائب ثابت ہوتی ہیں لہذا جسی کہیاں
سلامان بھی حضر دوئیں میں ہم سے طلب فرمائیں

ڈار الفیض رحمان دیوبندی (بخاری)

شیخ توہین عثمانی

کیمی اسلام کیا ہے؟

نر دیک کیسا ہوں؟ ” دامن کوہ بیس ٹھاٹیں مارتا ہوا انسان
سمدر را یک بلند بانگ فخرے میں تبدیل ہو گیا:-
” امن اور صادق! — تیری زندگی کے چالیس سال
ہماں نے تھلی کتاب ہیں۔ قونکھی جھوٹ نہیں بولا۔ کبھی
کبھی کی امانت میں خاشت نہیں کی۔ ہم تجھ پر بھروسہ کرتے
ہیں۔ ہم تجھ سارے کرتے ہیں۔ ”

”اچھا اگر میں یہ کہوں“ حضورؐ کی آدا میں لمحہ بلمجہ
گھری ہوئی ہوئی سخیرگی صاف تباہی تھی کہ کائنات
کی اس سے بڑی حقیقت عرض سے فرش پر اُترنی آری ہے
”گراس پیٹری کے عقبے ایک فیض تم سب پر بیخار کرتا آرہا
ہے تک انکے سامنے اغفار کے دستگرد“

بے ہویں اپنے بھادر برداشت کی طبقہ کی محفوظ ایک تسلیم قسمی خطرہ نہیں۔
ظاہر ہے یہ خطرے کی محفوظ ایک تسلیم قسمی خطرہ نہیں۔
مگر سنندھ دا اس طرح چونک اٹھتے جیسے سچ یعنی خطرہ کا
دھماکہ شیکھ سر پر آگیا ہو! دلوں کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ چہرے
نے رنگ بر لریا سبک طور پر آنکھیں اس ایک عصموں چہرے
پر اس طرح جنم کر رہ گئیں، جیسے اس آئینے میں انسانی صفت
کی خوبی ڈھنی حاصل کتی ہے۔

”لئے خدا!“ ہزاروں آوازیں ایک آوازن گئیں۔
”جلد کہہ! رہت کعبہ کی قسم ایم سب تیرے ایک اشاعتے
کے مظفرس“

چھوٹ اور سچائی کی تاریخ میں یہ ایک لمکھی سڑاہانی
رتفع تھا ایک اسائی دخود کے مقنای طیب ہشمیر بردہ طومنی
دھانی سمت کر ایک ہونگے تھے جو کوئی نہ کام عمر اکیدہ مر

عکس کی اسلام دشمنی کا اندازہ کرنے کے لئے بھی بات
کافی تھی کہ ان کی رگوں میں اسلام کے بدترین باغی ابو جہل کا
خون گر دش کر رہا تھا۔ کون سوچ بھی ملتا تھا کہ یہ خون
ایسی سیاہ نظرت بدل کر ایمان کے شفافت نور میں ڈھنل
جائے گا۔

ابو جہل کا کفر — کفر کی دھاری سکل بھی جہاں انسانی وجود بعینتی ہی پھر کی لاش بن مگر وہ جانا ہے۔ جہاں سخن شدہ ضمیر سے بعض دشیمنوں کا مکروہ کوڑھ پہنچتا ہے تو آبا دیاں اگل سر جاتی ہیں۔ جہاں سجا فی کی بلکل سی آہٹ پر انسانی درندگی کاٹ کھائے کو دوڑتی ہے۔ جہاں خلوص دھرتی کی مقدس دل رشیاں اُٹ اٹ کر دیتی ہیں اور جوانی جلت ہر اُس شے پر ڈنک مارتی ہے جو اُس کو پیار کرنے کے لئے ہاتھ بڑھائے!

کوہ صفا سے جس دن محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کو بندگی کی بھولی ہری حقیقت یاد دلائی تو اس عظیم احسان کے حوالے میں رب پیغمبر ابوجہل ہی نے رسالت کے لئے پر قاتلانہ و اور کیا اور اس طرح ظلم و نشتریت کی دہ خذالاں طاقتیں حرکت میں آگئیں جن کے ہاتھوں اللہ الداولی کے خون سے زمین گلنا رہو کر رہی تھی۔ تاریخ کو اس تاریخی میڑ کا وہ مکالمہ بھلاستے ہیں بھولنا بایک طرف محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیوں سے دھی کے بھول جھوڑ رہے تھے تو دوسری طرف ابو جہل کی زبان تحمل بریاں کرتی تھیں تھیں۔ ”لوگو!“ رسول کریم نے فرمایا تھا ”یہاں میں بھلے“

خزینہدار حضرات اپنا تبریزی خود بخیں ورنہ ان کے خطوط کی تھیں دشائیوںگی۔

بے شکر است رہنا تھا۔ لیکن یہ دھارے سے اس سے بے خبر تھے کہ ابھی ابھی حقیقت کی وہ آواز نذرگی کی گھر رائیوں میں گوئی اُٹھنے والی ہے جس کو سُنگار انسان کے اندر جھسا ہوا شیطان اور فرشتہ باہر نکلتا ہے اور پھر ایک نیمہ کن جنگل ہی نیصیلہ کرتی ہے کہ ان دونوں ہیں حقیقی انسان کون تھا؟

پھر دن کے پیواریوں کے غول بیانی میں درجندی ہے میکل جاری نہ تنہا خدا کے واحد کافر تھے لکھا۔

”چوتھیا! — تم سب ایک ایسے جو الکھی کے دلے نے پر کھڑے ہو جس کے اندر دوزخ کی بھوکی آگ ہے۔ شیطان بھاڑا جاتی دشمن ہے جو تم پر حمل آور ہے۔ خدا کے سو اکیس پاہ نہیں۔ محمد کی سیکار پر اپنے خدا کی پساد میں آجائا۔ میں تم سے اور پچھے نہیں چاہتا۔ اور پچھے نہیں چاہتا!“

ایک ساعت کے لئے ہر طرف ہوت کی می خاموشی چھاگئی۔

یہ خدا کا پیغام تھا۔

یہ خود کی آواز تھی۔

یہ مذکور کے ملنے ہوئے امین و صادق کی پیکار تھی۔ کوئی کیا کہہ سکتا تھا؟ — کس میں جھٹلانے کا یا را ٹھاکون یہ بدگانی کرنا کہ انسان کے ممالیے میں چالیس سال سے سچ پیشے والا خدا کے ارسیں جھوٹ والے ملتا ہے یہیں! — یہاں ایک ایسا انسان بھی موجود تھا جس کو انسانیت ہی سے پڑھتی تھی۔ وہ ابو جہل جس کی انسانی فطرت پھر دن کو پوچھے پوچھے پھر کی طرح سے جس ہو جکی تھی۔ اس پھر پر سچائی کا یہ اعلان بھل بنکر گرا۔ اس کے پورے وجہ میں آگ لگ گئی تھی۔ وہ زخم خود دہ ناگ کی طرح جل کھاتا سوا اور غیظ و غضب کی دیواریں مٹھے ہے کف اڑاتا ہوا ٹھا۔ اس کی سمجھی میں نہ آتا تھا کہ کیا کرے اور کیا کہے؟ فطرت کے پاگل میں میں درجیں کی طرح دامت پیستا ہوا دہ آگے بڑھا اور جس انسان کو جھٹلانے کی تاب اس میں نہ تھی اس کو کوستا کاٹتا

دیوانہ دار چنگھاڑا۔

”تو... تو کیا تو نے ہیں اسی لئے یہاں آکھا
کیا تھا...“

یہ قہر ستم کی خدیں آندھیاں اٹھاتی ہوئی چنگھاڑا تھی جو جو ایسٹ کو جھکا کر انسانیت کو موت کی نیں ملا دینا چاہتی تھی۔ علٹے کی فضاؤں میں گوئی تھی ہوئی یہی چنگھاڑا اپنی بوری خشنہ مانبوں کے ساتھ ٹکر کے دھوڈ میں عذب ہو گئی۔ ابو جہل اور حکمرہ — باب اور بیٹے دوش بدوش نکلے اور نکتے کی فضاؤں کو اسلام دشمنی کی آگ سے نفرت کے جعلے تکوڑیں بدل دیا۔ لیکن اس تکوڑیں جلتے ہوئے ظلم مسلمان اپنی بہنوں کی آگ کے اسلام کا چراخ روشن کرتے ہو گئے۔ یہ چراخ کسی طرح گل نہ ہزا تھا۔ ایمان کی یہ حرارت کسی طرح سردن پڑتی تھی۔ بزرگوں ظالموں کی نفرت بھری مقاومیاں ایک طرف تھیں اور ایک خدا پر اٹل ایمان دوسری طرف!

مسلمان جان دے کر بھی اس ایمان کو زندہ رکھنے کی قسم کھا رہے تھے۔ دوزخ کی ہونا ک اگ سے پچھے کے لئے انسان دنیا کی بھیوں میں حل مرتے پر منی خوشی سیار تھا۔ آخاس جون،“ کو خشم کرنے کے لئے جب بدسر کے میدان کا رزار میں نفرت اور طاقت کی دودھاری نیلوار نکالی گئی تو عکسرہ بہاں بھی اسلام دشمنی کے خاڑ پر صیف اول میں دکھانی دینے کو یا اس نفرت پر ارج اکھوں نے اپنی جان کی بازی لگادی تھی۔ جیسے وہ محمد کو چکے تھے کہ یا میں نہیں یا اسلام نہیں۔ لیکن اچانک نفرت کے اس جنون کے سر پر دھماکہ ہوا۔ سچائی کی ایک زلزلہ اگیزو ہمکے نے نفرت اور طاقت کی آہنی بیادریوں میں لگتی۔ کفر کی صفوتوں تہلکا کا ہاتھ بیوی ابوجہل کی کرناکچھ بند ہوئی تھی۔ عکس سے تروپ کر دیکھا تو اسلامی سپاہ کے دو بچے کھڑکا، اپنی بہاڑا دھلتے ہوئے نظر آئے۔ تمعذباً اور تعاذر۔ دو معصوم و مقدس بچے جو محمد عربی کے پیسے پرخون بہانے آئے تھے۔ جن کی غیرت حق کی تاریخ دعویٰ صفوتوں میں گھستے چلے گئے اور ابو جہل کے سر پر قضا

کے لئے کوئی مسلسلی تجسس تو جسمہ تک نہ کی جاسکے۔ بھری فوج میں دو بھوں کا ابو جہل کی لائٹنگ کروادیا افسر کی غیرت کے سبب ایک آخری درجہ کا شرمناک واقعہ تھا۔ علیمرہ کا جوش خودش دیکھ کر ابوسفیان کی ذہنی کمکش پیسے وجہ کو پیسے ڈالتی تھی۔ لیکن آخر کار قریش کی سربراہی کا بھرم رکھنے کے لئے ایک کروآڈ میں جواب دیا گیا۔

"ابو جہل کے بیٹے! ہم چون سے بیٹھنے والے ہیں۔

لیکن یہ مسلمان کوئی ایسا لفڑی تر نہیں کہ جب جی چاہئے انکو سکھنے کے لئے مجھہ کھول دیا جائے۔ دوسرا جناب تیاری چاہتی ہے۔ تم اس کے لئے کیا کچھ کر سکتے ہو؟" "میں کیا کر سکتا ہوں؟" علیمرہ کی رُخ دپے میں سلام کی نظرت ایک آخری لپٹ بن کر پکی اور ہر ٹھوڑ پیک جھلسائیں والا طنز بین گئی۔ "میں بیچتہ ہوں میں کیا نہیں کر سکتا؟" ہیری دولت۔ ہیری سیخیار۔ ہیری زندگی کے خون کا آخری نظر و تک اپنے باپ کا انتقام لینے کے لئے تیار ہے۔ بے قرار ہے۔

اور وہ اپنی احمد کے اگلے معز کیں مکرمہ نے اسلام

کے خلاف مجبوب کچھ کر دکھایا۔ یہ دوسرا ہی بات ہے کہ اپنا سب کچھ دا اور پر لگا دینے کے باوجود وہ بھر مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگ کے اسلام کے نہیں! اسلام کے سینے پر کھرا گھاؤ لکھا کر بھی وہ اسلام کے جو دوست نہ سکتے۔ اسلام اس جنگ میں بھی فاتح ہی رہا۔ ہاں پچھے مسلمان اپنے ہی تدوں کی ایک خوناک لغزش سے اس غار میں چاکریے جسے کفرنے اسلام کی موت کے لئے تیار کیا تھا۔ لیکن علیمرہ کا جون ختنک ہونے دیا جاتے ہا؟

سچا ہی اور اضافی جسم کے درمیان کوئی فرق نہ تھا۔ وہ تکمیل انتقام کی وحشیانہ سیاست کے عالم میں ملکی طرف توٹ کر آئے۔ لیکن ان کی حیرت کی کوئی حدود رہی کہ ابوسفیان کی بے چینی بستور قائم تھی۔ ابوسفیان جس کو خوب اساس تھا کہ اسلام خون میں نہایا جانے کے باوجود دلوں کی اتحاد گہرائیوں میں پوری قوت سے زندہ ہے۔

بن کر ڈٹ پڑے تھے۔

علیمرہ کو اس نظر سے شعلہ جوال میں تبدیل کر دیا۔ اپنے باپ کو زندگی میں ہوتے بچلنے کے لئے ان کا خون جوں میں آیا۔ وہ بھلی کی طرح پیلے لیکن عصیم جما ہر دن کی نواز میں موت کی برق رفتار یاں سبب تھیں اور دیکھتے ہی کھٹکے ابو جہل دودو کرب بھری چھٹھاڑ کے ساتھ خاک و خون میں لت پت ہو گا۔

خدام کے تربے بڑے دشمن کی لاش کو خدا کے چاہئے والے دو دیکھوں کے قدموں میں جلوٹھی! لیکن علیمرہ ابھی خدا کی قدرت کو سمجھنے سے قاصر تھے۔ ابھی ان کو صرف اتنا معلوم تھا کہ وہ ابو جہل کے بیٹے ہیں۔ اتفاق میں جزوں میں ترپتی ہوتی تواریخ مرے ہاتھوں میں چکی اور معاذ کا مخصوص بازو کا طبقی ہوتی تکلیفی۔

لیکن یہ باز واپس کام کر جکا خنا! اتفاق میں خونیں حلے کے چاب میں حصوم بیچ کے ہوئے ہوں پر اسے مرض کا جان تو ازتھر سمجھ رہا۔ خون میں نہایت ہوئے اس المسائی فرشتے کا ہو جاٹ کر بھی "کافر" کی تلوار اور کیا اس نسبجھوکی۔

مرض کی تلوار ابو جہل کو جھیش کے لئے ختم کر جلوٹھی۔ اپنے باپ ابو جہل کو ہکوکر ملے کی طرف یہ تو ان کی رگوں میں اتفاق کی اگ بستور بھڑک رہی تھی۔ اب یہ اتفاق اسلام کی دشمنی میں ایک بے پناہ جزوں کی تسلی احتیار کر گیا تھا اور اب وہ دن رات اس فکر میں سمجھ کر مسلمانوں سے ایک دوسرا فصل میں جنگ ہو جس میں خود اسلام کو خون میں نہایا ہواد کھسکیں۔

"کیا ابو جہل کا جون ختنک ہونے دیا جاتے ہا؟" علیمرہ نے قریشی سردار ابوسفیان سے کہا۔ ان کی آواز جراحت اور جوش سے کاٹ پر بھی تھی۔ کیا ابو جہل کی موت کے بعد بھی اسلام کو زندہ رہنے رہا جا سکتا ہے؟

ابوسفیان نے چمک کر علیمرہ کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور کسی کرہناک سوچ میں سر جھکایا۔ بدربکے محاذِ را اسلام نے کفر کو ایسی شکست فاش دی تھی جس کا زخم مندل کرنے

زخم لگاتے تھے۔ جس کی وجہ سے کو احمد کے میدان میں سکے پاک
لہر سے شرخ کر دیا گیا تھا۔ جس کو سکے سے اس حجم پر نکالا
گیا تھا وہ ایک بہترین انسان کیوں ہے؟ کیا اتنے طے
مظلوم سے یہ بات کبھی جا سکتی ہے کہ وہ اپنے زخوں کی طبعی
کو بھروس جائے اور ظالم کو پیار کرے۔ لیکن تاریخ کو اسے ہے
کہ محمد علی کی فراخ دلی سے جس دستوں کا ثبوت دیا ہوا
حضور کو وہ لوگ نہیں کر سکتے تھے جن کے لئے انقام ایک
لذتیں تین مشقتوں کیم نہ تھا۔

"ڈر وہیں! " اخلاقی کریمان سے ٹوٹے ہوئے دلوں کو
چڑھنے والے انسان کا ملٹن نے کہا "عکر مرد کو امان دی گئی۔
محمد علی مرد کو معاف کر دیا ہے۔"

کتنا بلند تھا وہ انسان جس کے احلاق کا جاہان نو انتہم
دست اور دشمن دویں کے لئے عام تھا! جس کے سینے میں
نفرت کرنے والوں کے سامنے لوٹ مجتہد کی رفت تھی
جو بھروسی پر ترکھنہ حیات تنگ ہوتا ہوا دیکھ کر اپنے دل کے
دروازے ہولو دیا تھا۔ محترم صاحب اپنے پیغمبر کے رسالہ
حسنے کے آگے فرط عقیدت سے پیغمبری طاری ہو گئی، انکھوں
میں شکریے کے الفاظ آنسو بن کر مہر آئے اسلام کی عظمت
کی گھری جھاپ تلب و درج پر لئے ہوئے اب وہ اپنے
"کافر" شوہر کی تلاش میں لکھیں تاکہ بھٹکے ہوئے شریک
جات یا گمراہی کی دردناک مررت مرتے ہے کیا ملکیں۔
یہ دیکھ کر محترم صاحب اپنے کی حریرت و محبت تی کوئی
حد نہ رہی کہ ان کے شوہر عکر مرد ملکے کی طرف والپر ہے
ہیں! —

"آپ آگئے! " بیوی نے بھوں کی طرح بیتاب ہو کر
کہا "میں خدا کے واحد پر ایمان سے آتی ہوں اور خدا
کے رسول نے آپ کو امان دیدی ہے۔ کاش آپ
اس احسان کی قیمت چھا سکیں۔ کاش... ۱۱... ۱۱... ۱۱..."

"جسے خود نے معاف کر دیا ہے۔ بھیجے! " عکر مرد
کی آنکھیں فرط عقیدت سے بھیں اور غیر امیر عقیدت سے
اس طرح بند پر گئیں جیسے وہ جانتے ہیں کوئی حسین خواب دیکھ

اسلام جس کے چون ہیں شہیدوں کے خون ہی سے بہار آتی ہے
جس کی رعنائیاں زخم پر زخم ٹھکار کیجئے اور بکھر جائیں ہیں۔
جس کی صداقت کے نقوش اشک ذخوں سے اُس کا اسکے آسا
ہوتے ہیں۔ جہاں جنت کم شدہ کی بازیابی کا یقینی آتا
ہے اس وقت ہے جب بندہ اپنے خدا کے اس استطرح
لُٹ لٹا کر بیچجے کہ خدا کے سوا اس کے پاس کچھ بھی باقی
نہ ہے۔ لیکن عکر مرد ابھی اس راستہ پر کامیابی
اس لئے ایوس قیان کی حقیقی خیز خاصیتی ان کو تحصیل ایک
ہمیں بزرگی ہی اظر آئی۔ جس پر انکھوں نے نظرت دے
خوارت کا نہ قبہ لگادا اور اس۔

لیکن اس خاصیتی کے حقیقی معنی ان کی سمجھیں اس
وقت آئے جب کھوی عرصے کے بعد مسلمانوں کی خوبی کے
پر فاختان پس قدمی کرنی لظر آئیں۔ عکر مرد کی اسلام
دشمنی سے اب بھی اسلام کی صیبی طاقت کو بھٹکانے کا مو قدرہ
دیا۔ گھری اُنل اور آخری نظرت جس نے بغاوت اور
میکڑاڈی کی زمین تنگ ہوتے دیکھی تو راہِ فرار اختیار کی
مگر سر جھکانا منظور نہ کی۔ مسلمانوں نے اسلام کی محبت
میں وطن چھوڑا تھا۔ عکر مرد اسلام کی نظرت میں ملن
چھوڑ رہے تھے۔ گرچھیک اس وقت جب حقیقت کی
تایب نہ لا کر وہ اسلام سے ڈور سا حل سمندر کی طرف
بجاگ ہے تھے ان کی بیوی ان کی نظرت زندگی اسلام
کے قدموں پر عقیدت و اطاعت کی پیشانی ٹکا۔ رہی
تھیں۔ سماں تکے ذرستے تلب و نظر میں چڑا غال۔
ہوتے وہ انحضرت محل اللہ علیہ وسلم سے العاکر رہی تھیں۔
"کیا اسلام کی ایک حیر غارہ مرد کی آدازشی سامنگی؟
کیا آپ کا اغلان گراجی اپنے بدترین دشمن کو معاف کر لے
ہے۔ کیا میرے شوہر عکر مرد کی جان بھی کر کے انکو اپنے
خیالات پر نظر نالی کا مو قدر دیا جاسکتا ہے؟"

الحاکم کرتے مجتہم صاحب اپنے کچھ سو چکر چونکا بھیں۔
کانسی گئیں۔ وہ کس کے لئے کس سے کیا کہہ رہی ہیں۔
جسکے تلب پر عکر مرد کے ہاتھوں سے پوری بے رحمی سے

خنکی پر بھی اسی خدا کا نام لوں جس کا اشارہ پا کر طوفان
سامنے رونک لیتے ہیں۔

”الحمد لله رب العالمين“ صحابہ رضی کی زبان پر دل کی دھڑکنیں
حرف شکر بن کر ترتیب ہیں۔ ”خدا کا شکر ہے کہ آپ نے
سچائی کا راستہ پالا ہے۔ آئیے اب ایک سنت بھی ضائع
ہیں کیا جاسکتا۔ تندیگی کسی کے انتظار میں ہٹھڑی ہنسی ہتھی“
عمرہ پکھ دیر ایک نامعلوم موقع میں ڈیکھ رہے
رہے۔ جیسے دل میں کوئی پھاں ابھی تک ہٹھاک ہی ہے۔
لیکن دوسرا سے ہی لمحے ایک فیصلہ کرنے انداز میں انھوں نے
بیوی کا ہاتھ پکڑا اور محمد عربیؑ کی طرف کشان کشان چل

”سچھیں نہیں آتا مجھے شخص کس طرح معاف کر سکتا
ہے جس پر میرے کبھی ترس نہیں طھا۔ لیکن یعنی
کا اعلان حقیقت ہو یا یہری گرفتاری کے لئے کوئی ٹکلتی
خالی۔ میں اب رہاں صفر د جاؤں گا جہاں کوئی نامعلوم
نہیں مجھے ملے جائے گا۔“

”آئیے ابھی خدا اگر سمجھتا ہے خدا کے رسالے کو نہیں۔“
صحیابنیت نے دلیلیت کے ساتھ دھیرے دھیرے لکھا۔
”خدا اسی طرح معاف کرتے ہیں کہ دنیا اس کا تصویر تک
ہنس کر ملتی۔“

حسن اتفاق سے محمد عربیؒ اس وقت تک ہی میں
تھے جب اسلام کی نادیدہ کشش میں جکڑے ہوئے علمرے
بارگاہ رسالت کا دروازہ ٹھکٹھایا۔ دروازہ ٹھکلنے سے
پہلے ان کا پورا وجود امید و تیک کے طوفانی تھیرے ٹھکارا ہا
کھا۔ چورہ رہ کر رنگ بدل دیا تھا۔ دل کی دھڑکائیں
جن دیات کے مذہبی عزیز میں ہجکوئے کھاری تھیں۔ لیکن
دروازہ ٹھکلنا تو آنحضرتؐ علمرہ کو حاضر پاک برہن صور
ہوئے اور انہیاں دل فوازی کے ساتھ آپ نے ان کا
خیر مقدم کرتے ہوئے فرمایا۔ ”خوش آمدید۔ خوش آمدید
لے پر دلی سوار ہا۔“

بے ہوں۔ خود نہ اموشی کے داہم ان عالم میں یہ ربط
تھے الفاظ ان کے مخفف سے نکل رہے تھے "یہ... کسے
ہر سکتا ہے... کسے... ہر سکتا ہے! اُٹ لتنی
بڑی سزا ہے یہ۔ کہ ایک گردن زندگی بھرم... کو
پستیوں سے اٹھا کر سینے سے لگایا جاتے۔ مگر... نہیں!
صلارہ کسے ہر سکتا ہے... ۹

"آپ کیوں کوڑت آئے جاتے جاتے؟" ہمیں نے
عکس کو خود فراموشی سے جگاتے ہوتے کہا "انداب کہاں
چالا کا مت تھا؟"

”میں کوئی خوبی نہیں کر سکتے“ میں ہاں
چار پانچ ہائیکوں سے تھام آ رہی ہو!

”رسولؐ خدا کے پاس ہے۔ کیوں نہ۔ کیا۔۔۔ ۹۔۔۔“
 حضرت حمایہؓ ایک حسین لر قلع کو قریب آتا ہوا محسیس
 کر کے خوشی سے بے تابو میلگیں۔ ”کیا آپ مجھی اسلام
 قبول کرنے کا ارادہ کر رکھے ہیں؟“

عکرہ کچھ دیر سر جھکاتے رہے۔ پھر اپنی بیوی کے پُر شوق ہرے پر نظریں جماتے ہوتے ایک اسی حمارگی سے دیکھتے ہیں جیسے جذبات کے نئے القلب کو سمجھاتے کے لئے مناسب الفاظ نہ مل رہے ہوں۔ آخر میونٹوں کو خفیت سی حرکت ہری اور ایک گہری سمجھی گئی کیسا تھے جواب دیا:-

”بیس جس دنست کشی میں سوارہ پر کرا اسلام سے دُور
— بہت دور بھاگ جانے کی گوئشش گرد رکھنا اسلام
تیزی سے میری سکت طریقہ رکھا کشی میں قدم لکھتے
ہوئے میرے چوپڑا لات دخزی کا نام آیا تو کسی نے کہا ”یہاں
لات دخزی کا کام نہیں۔ یہ سمندر کی طوفانی دنیا ہے
جہاں خدا کے واحد کو پکارنے سے کام چلتا ہے تھا من نے
یہ آواز سنی اور میرے دل کے بن دریچے کھل گئے۔
میں نے سوچا کہ اگر سمندر میں لات دخزی ہے بس جس تو
کیوں نہ اس خدا سے واحد کے آگے سر جھکا دوں جو
ڈوبتے بیڑوں کو پار رکانے کی طاقت رکھتا ہے کہوں

پھر نہ کہوں گا۔ کوئی تھیں کچھ دے کے گا؟“
کیا یہ عرض ایک آواز تھی یا ایک حس تین روح کا
سو زندگا ادا اور ایک پاکتہ ترین دل کی مقدس دھرانیں
الفاظ کے روپ میں ڈھن گئیں تھیں۔ عکرہ کئے یہ معانی
کی تصدیق حضور چند جملے نہیں تھی۔ ان میں تو جیسے وہ ساری
محبت سخت آئی تھی جو خلیق کائنات سے لیکر آج تک
 مختلف صورتوں میں دوسرا انسان ایکدوسرے کے ساخت کرتے
 آئے ہیں۔ ایک اخھاء، بیکار محبت کی توظیح جس کے
 آنکھ میں کیا امانتا اور باپ کی شفقت بیج نظر کے۔ عکرہ کے
 حسوس کیا کہ جس باپ کے خونی تعلق پر وہ محمد عربی سے نفرت کرتے
 آئے تھے، محمد عربی فی ایک نکاو لطف پر ایسے ہزاروں ماں
 باپ شمار کئے جاسکے ہیں۔ یہ وہ انسان ہے جس کی ایساں
 دوستی پر ”نداہ اتفاقی و اتفاقی“ کا انفراد دل اور زبان کے
 درمیان گوئی محبت ہوا مظہرا ہے۔ عکرہ کے حسوس کیا کہ عرب کا
 پیارہ محل کے بغیر اب تک انھوں نے جتنی عرسی کی تھی وہ
 زندگی نہیں موت تھی۔ زندہ تو وہ آج پہلی بار ہوئے تھے
 جب خدا کے آخری رسول نے ان کی طرف محبت بھری النظر
 سے دیکھا تھا۔ جب ان کی نظریں رسالت کا حسن سمعت
 آیا تھا اور دل میں خدا کے کائنات کے عقیدے نے پوئے
 وجود میں ابدی زندگی کی روح پھونک دی تھی۔
 اخلاقی نبوی کی بارگاہ میں عکرہ احسان گناہ کا
 ارتباش بن گھوڑے تھے۔ ندامت کی قیمتی آنسو ان آنھوں
 سے ٹپٹپڑ گر رہے تھے جن میں کبھی اسلام کو دیکھ کر خون اُتر
 آتا تھا۔ عقیدت کی آج میں نفرت کی پھری عرچھل چھل
 کر آنسوں رہی تھی۔ آنسو جو حدیات انسانی کا درد دکا
 ترین بخوبیں۔ جہاں الفاظ کی دیباگم ہو جاتی ہے اور جذبہ آتا
 کا رفت اگلیز حسن و جمال بے حجاب ہو کر سامنے آتا ہے۔
 ”میں شہادت دیتا ہوں“ آخر آنسوؤں اور بھکپیوں
 کے درمیان سے ایک نئے مَوْ من عکرہ کی آواز سنائی دی۔
 ”میں شہادت دیتا ہوں کر خدا ایک ہی ہے۔ کوئی اس کا
 شریک نہیں۔ آپ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

اخلاقی کریما کی عظنوں۔ کامیکے عکرہ کچھ دیر کے
 لئے ہمیت و روعت سکتے ہیں رہ گئے۔ وہ سوچ رہے تھے
 کہ جس انسان ہر میں نے عرصہ حیات تنگ کیتے ہیں کوئی
 کھرا اٹھانے رکھی تھی کیا یہ دہی انسان ہے جو میرے لئے۔
 — اپنے عمر ہر کے دشمن جانی کے لئے خلوص و دلنوژاری سے
 فرش راہ ہوا جا رہا ہے!۔ لکنا ٹہرا ہے یہ انسان کراس کا
 پر ترین دشمن بھی اس کے دامن میں پناہ لیتا ہے تو شک
 ر خطرات کی علیین تاریکی اس کے ایک دنیا خاتمہ سے
 چھٹ جاتی ہے۔ اور... یہ پر دیسی سوار کے انفاظ
 کیا یہ شخص ہیرے فرار کے اس خفیہ مرحلے سے باخبر ہے جس کی خیر
 میرے سوا کسی کو نہیں۔ یقیناً میں ایک ایسے انسان وجود
 کے سامنے ہوں جس کے تلبہ ور وح کا تعلق خدا کے عالم الغیر
 سے ہے۔ اچانک یہ سوچتے سوچتے عکرہ کو اپنے ہے میا۔
 جو تم یاد آگئے ہوں کوئی معاف کرنے کے لئے خود ان کا اسنا
 ضمیر بھی تیار نہ تھا لیکن جس کے متعلق حضور کی سماں تی کی
 خوشخبری ان کی مومنہ بیوی نے سنائی تھی۔ اس خبر کی
 تصدیق اس ملاقات کا رسیب احمد عنوان بن کر ان کے
 بیوی پر آگئی۔
 ”اس سے معلوم ہوا ہے“ عکرہ نے بار الفعال سے
 سر جھکائے ہوئے اپنی بیوی کی طرف اشارہ کر کے ہوئے
 کہا ”کر... آئے... عکرہ... کو امان دی دیں ہے۔“
 امید و سیم کشمکش دندن بکے پوچھیں پشاہ ہوا ایک پل
 اس وقت ظالم اور ظلوم کے درمیان حائل تھا۔ ایک پل
 جس کو امید اور خوف کی حشرناکیوں نے قیامت کی طرح طویل
 پناہ دیا تھا۔ لیکن دوسرے ہی لمبے عکرہ کی روح پر محمد عربی
 کی سلیمانیت ریز اور دلنوژ میمی آزاد سے وجد کی گیفت
 طاری ہو گئی۔ ایک آدارجیں میں شہر کے مھاصل اور بھجوں
 کی نرمی سے بھی زیادہ لطیف تر کوئی نہ تھی۔ دل سے تھکتی
 ہوئی اور دل کو چھوٹی ہوئی ایک عظیم ترین انسان کی
 آواز!۔
 ”ہاں عکرہ اسی نے تھیں امان دی ہے۔ میں تھیں

سب کچھ کرتا ہے۔ خدا کی دلخی میں میں نے جان و مال کی چوت رہا ماری ہیں خدا کی اطاعت میں اس سے کمی گئی قربانی دتے بغیر عکرہ چین سے نہ بیٹھ گا۔

لیکن تائی مانات کی اس جان نثار اذہم پر ہلا قدم اُخذ کرتے ہی ان کو ایک پروٹ با فیضی ای آزمائش سے دوچار ہونا پڑتا۔ خدا کے رسولؐ کی معافی سے سرفراز ہو کر جب انہوں نے محرومیت سے سرا اٹھا کر جانچا جا تو چاروں طرف سے ہجت شکن طرز ان کو تبرغی میں لینے کے لئے آگئے ہو رہے۔ خدا اور اس کے رسولؐ نے معاف کر دیا تھا مگر اصحاب رسولؐ کی آنکھوں میں ان کی پھیلی حیات مجرمانہ کا شا بشکر ہٹک رہی تھی۔

”یہ عکرہ ہیں اے اپو جہل کے دست دباو!“

— خدا کے دشمن نے بیٹھ عکرہ!!

ایک دشمن الفعال کے لئے پیغامبر اور اُن کی قدر صبر آزمائی سکتی ہیں! جس کے بعد وفاکی خلوص کیشیوں کا رد عمل زمانے کے دل آزاد رنگ و شہر کی شکل میں برآمد ہواں کا یائے ثبات ڈال کا جائے تو کوئی حیرت کی آت ہیں۔ لیکن عکرہ نے ان سب آوازوں کو سنکر و کچھ محسوس کیا وہ یہ تھا کہ میں واقعی ” مجرم“ ہوں۔ جن سینئ خطاوں کو ہر لمحہ ان کا ضمیر سوچنا چاہتا تھا یہ دنیا ان ہی کو پوری وقت سے یاد لارہی تھی۔ خدا کے لئے اور خدا کے رسولؐ کے لئے ان کی احتجاج پسروگی کو اب یہ سوچنے کا ہوش بی کب تھا کہ یہ دنیا ان کو اپنا تھے کہ نہیں؟۔

— پیغامبرؐ فرقے جب ان کے افعال کا درد حد سے سوا کردیتے تو اس کی خاموش تہماںی ان کو نادیدہ خدا کے آگے سرسوچ دیکھتی۔ جہاں سجدہ گاہ کو گرم گرم آنسوؤں سے ترکر دیجئے کے بعد ان کی پیشانی کو ایسا سکون محسوس ہوتا جیسے ان کے ساتھ روحانی زخم پر لکھیں بخشن پھاسے رکھدیتے گئے ہوں۔ لیکن ما جوں کی یہ صبر آزمائھائی طبا اتر طے ہو گئی۔ خدا کے رسولؐ کو

— ان — آپ سب سے زیادہ نیک دل۔ سب سے زیادہ سچے اور سب سے زیادہ عمدہ کو وفا کرنے والے ہیں۔

حضورؐ کے پتوں پر ایک ایسا بسم خاصیتی کہی ہے کہ لخت جگروں کے جھروں سے زندہ بخل آیا ہے۔ اور عکرہ کی آنکھوں میں آنسو سمجھے جیسے عمر حضرت کے گناہوں کی یاد دل کی ایک دھڑکن پر جوٹ لگا رہی ہے اور عکرہ کے پیار کی پھیلی پر جوٹ اور ہر زخم پر بیٹھا بیٹھا، ٹھنڈا اٹھنا اتر ہم رکھتی پھل جا رہی ہے۔

”لے خدا کے رسولؐ!“ عکرہ نے ٹھوگیر آواز میں کہا۔ میں نے تمام عورتی سے سخنی کی ہے۔ مسلمانوں سے جنگ کی ہے۔ میری ساری زندگی خدا سے بغاوت میں کھڑی ہے۔

— اُف! میرے گناہوں کا بوجھ میری روح کو پیسے ڈال رہا ہے۔ اب آپ ہی خدا سے درخواست فرمائیے کہ اپنے خطکار عکرہ کو دامن عفو میں چھپائے۔ اور فی الفور محمد عربیؐ نے دعا کے لئے باخدا اٹھا دیتے اور اخلاقی گرامی کے نعم جعل نجیب کے لئے رحمت و مغفرت کی دعائیں کیں۔ ”لے اللہ میں عکرہ کو معاف کر تاہوں۔ تو بھی معاف فرمادے!“

دعا کے بعد عکرہ نے دل کا بوجھ بلکا ہر تاہو محسوس کیا اور حضورؐ سے اسلام کی غیادی باتیں سیکھیں۔ ایمان مکمل ہو چکا تھا، لیکن ”عمل صالح“ کی رو حالتی بھوک شروع ہوئی تھی عمل جو ایمان کو تپا کر کردن بتاتی ہے۔ عمل۔ جو عقیدہ دایمان کا جسم ہے۔ عمل۔ جس کے بغیر ایمان کا نور نہ تھا ہے اور ساری زندگی کو دیران جھوٹ کر دل کے کسی نامعلوم کو شے میں جو دود ہو کر رہ جاتا ہے۔ عمل کا یہی سیل مکار حضرت عکرہ کے لئے خدا ایمان کے سر جیسے سے پھوٹ نکلا تھا۔ ایک طرف اعتماد کر ستے ہوئے زخم تھے جس کو آنسوؤں سے دھونا ضروری تھا اور دوسری طرف آخری مستقبل کی تعبیر کی دھن تھی جس کا سیگ بنیادوہ اپنے پرے و جو کی منتباںی پر رکھنے کے لئے سراپا اضطراب بنتے ہوئے تھے۔ اسی موڑ پر انہوں نے اپنی نئی زندگی کا مقدار س عہد کرتے ہوئے یہ الفاظ ادا کئے۔

”کفر کے لئے میں نے بہت پچھ کیا تھا اب اسلام کیلئے

بائیوں جانتے تو ایمان کے حسن و حلال کی تصور بر سر گیڑوں دلوں
کو روشنک و عقیدت میں گم کر کے رکھ دتی۔
عکر مشریق پتھے دوسرے بکفر یور خدا کے آخرے اس طرح شہزاد
اور اشکنوار ہستے جیسے اسی میں اپنی جان ہی دیتیں گے۔
زندگی کی کوئی نعمت ایسی نہ تھی جس سے انسان پسار کرتا ہو
اور عکر مشریق نے اس پیاری چیز کو تلائی مافات کے داؤ پر
ہنسی خوشی نہ لگا دیا ہے۔ راتوں کی بیٹھی نیندیں۔ دولت
کے سبزے ڈھیر۔ خون کے گھرے تعلقات۔ دن کی
جید و چہد کے میوانع اور اپنی جان عزیز۔ ہر شے آج ان
کے لئے ہر فر اس لئے تھی کہ اس کو لٹا کر اپنے مولا کو
راہنی کر لے جائیں۔

راتوں کی خاموش تہائی میں جب نرم و گدا زیست
ٹھکنے لیکاں بدن کے لئے پر شوق بازو چھیلتا، ستاروں
کی کھل آنکھیں ان کو جائے نماز پر جیسیں راتی کرتے ہوتے
دیکھتیں۔ تلائی مافات کے جسون میں گذشتہ گناہوں
کے احسان کا داعی یہ سب سے ہبھت کرداخ سجد میں ہلتا
جاتا تھا۔ عقولت کے جو پر دے بھی بصیرت پر لٹکتے ہوتے تھے
الفعال و نادامت کی آندھیاں انھیں عدم کی لائی و دھناؤں
میں اڑالے جانے کیلئے میتاب پڑھیں۔ قرآن یا ک ان کے
بیقرار دل کا سہارا لھا جس کو دہ بھی بیٹھنے سے الگاتے اور بھی
بچوں کی طرح چھوٹ چھوٹ کروتے ہوئے آنکھوں سے گلایتھے
”کتاب رقی۔ کتاب ربی!“ کی آواز۔ گلگیر آواز اس دور
جاہلیت کا تم کیسے لگتی، جب وہ اپنے رب کی اس مقدس
کتاب کے قدر ناشناسوں میں تھے۔ دو بھری آواز اس
کتاب کی ماوات کرتے کرتے درود لوار پر گریہ طاری کرتی
محسوس ہوتی۔ اوہ طرف ہر کا عالم چھا جاتا۔

سرمیں بندگی کا جسودا۔ قیمتی سودا سلیما تھا وہ بھی
آنسوؤں میں ٹھکا ہوئی سجدہ گاہ پر ترپتا تو بھی فرط عقیدت
سے تلواروں کی چھاؤں میں رقص کرتا نظر آتا۔ جیسے اس سر کو
تن سے جدا کئے بغیر وہ اپنے مالک کے درود پیش ہونے کیلئے
تیار ہی نہ ہوں۔ جیسے جان دیئے بغیر ان کی بیکل جان کو

جسے ہی اس صورت حال کا پتہ چلا آپ غم و غصہ بنیاب
ہو کر باہر نکلے اور یہ حقیقت افراد اعلان کیا۔
”اک کافر کی وجہ سے اک مومن کا دل نہ
دکھاڑ۔ جاہلیت میں جو شخص معزز تھا اسلام
میں بھی معزز ہے۔“

مکہ قدر تسلیم الشان تھا وہ ایمان جس پر خدا کا کار بول
بر سر عالم گواہی دیتے کے لئے باہر نکل آئے باطنیہ
نجلے آنما نانما بندہ ہو گئے۔ اب عکر مشریق کو اپو جمل سے نہیں
محجا عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت تھی۔ خدا سے نعلیں
تھا۔ خون کا رفتہ روحانی تعلق کے آگے ہمیشہ کے لئے تھم
ہو چکا تھا اور عکر مشریق کی سکل میں ابھرنے والی نئی تیلی ہوتا
زندگی اسلام کے اُتفی بر ما نام کی سی جاذبیت کے ساتھ
تلب و نظر کو اپنی طرف بھیجنے لگی تھی۔ لیکن اس چاند کے سینے
میں اپنے اضافی کی تلخ یادوں کا سیاہ داش اپنی جگہ موجود تھا۔
یہ غمیر کی شیش کا شان تھا۔ یہ نظر صاحب الحکم کی اس ترپت کا
منظہر تھا کہ اس طرح کرد اور جمل کی نئی ریشنی سے حال و مستقبل کے
ساتھ ساتھ اضافی کی سیاہیوں تک کو جمل کا دیا جاتے۔
عکر مشریق نے خدا کو گھوکر پایا تھا۔ خدا کا آئی لیتے ہی اب نکا
پورا دھانچہ خدا بات کی شدت سے مرتعش ہو جاتا تھا۔
یہ نام ان کی دل کی دھڑکنوں میں عقیدت پرستش اور
خدا کا رمی کی بر قی رو دوڑا دیتا اور اس نام پر مر منش کے
لئے ان کی روح نیم بجل ہو کر رہ جاتی۔

لیکن فتح مکہ کے بعد کوئی بہت بڑا موقع ہاہنسہ نہ
آسکا جھاں وہ آخری وقت باقی پیش کرنے کی حرمت نکال
سکتے۔ شہادت کی جب بھی کوئی راه نظر آئی بوجوں فر عکر
کو پرانہ وار موت کی آزو میں وحد کرتے ہوئے دیکھا لیکر
یہ آرزو کسی طرح پوری نہ ہوتی تھی۔ جس سرمیں خود پر تھی ہیں
خدا پرستی کا مقدس جنوں تھا وہ سران کے لئے جسم پر باہر
روشن تھا۔ مگر سکر و شی کی امید نظر آتی اور نظروں سے او جھل
ہو جاتی۔ میدان جنگ میں زخم ٹھا کر جب خون سترخ ہرہ
آسان کی طرف اٹھتا اور شہادت کی تکمیل کے لئے دعا کر

ایسا بھی دیکھا جس کے چاروں طرف عربی گھولوں کی تحریرت قطایریں اور آلات حرب کے انبار تھے۔ امیر المؤمنین رضا کے خوش پروئے کمسنبلاؤں نے کس تدریج انشادی اور فدائی کاری سے اس خیبر کو اسلام کے لئے آراستہ کیا ہے۔ لگر جب خیر کے اندر انھوں نے جھانک کر دیکھا تو اس کے اندر اس خیبر کا اکیلا منصم عکر مٹھہ بندگی اور سرانگنگی کے جوش میں ادھر اُدھر ٹھیکتادھائی دیا۔ جیسے اس شخص کو نہ دولت کی فکر تھی نہ وقت اور زندگی کی پروا۔ جیسے اس کامارا وجود آخرت کی دھن کے عظیم خود پر دیوانہ اور گرش کے جاریاتھا جیسے زندگی کا اساقہ موت کی ٹرین کا منتظر ہے جو اس کو اس کے خدا مک پہنچاوے۔

”لے عکرہ تم کو نہ اسلامت رکھے“ امیر المؤمنین نے خیجے ہیں مشتا فنا خالی ہو کر کہا تو عکرہ مٹھہ محبت سے جو نک اٹھے۔ ”لے عکرہ اتم نے کتنا کچھ خرچ کرڑا الیہ۔ بیت المال سے کچھ امد اتمہارے لئے بخوبی دیجائیگی۔“ ”جی ہمیں اے“ عکرہ مٹھہ رحیبی خیرت بندگی کا جنوں طاری ہو گیا ہو۔ مجھے کسی حیرتی ضرورت ہمیں کسی حیرت کی ضرورت نہیں۔ مجھے بیتے خدا کی ضرورت ہے۔ رشد اٹھجھے کو نہ دیکھئے۔ میں۔۔۔ میں تو یہ سب کو خرچ کرنے کے بعد صرف اپنے مو لا کو پال دیا جاہتھا ہوں۔ ابھی۔۔۔ دیکھئے ہمیں امیر اوصلمہ نہیں بکلا۔ ابھی یہ دو ہزار دینا اور ہمیسے ہاتھوں میں چکاریوں کی طرح نکلیت وہ ثابت ہو یہے ہیں۔“

اسلام کی دیانت دارگان میں وہ کس بنے جگہی زخم پر خ ہلت تھے اور ان کیوں گھائل پر کر کتنا سکون ملتا تھا اسکا اندازہ دنیا کیوں اس وقت ہوا جب حق کے معزز کارزار میں وہ خون میں نہا نہا گئے مگر ان کے قدم کسی طرح نہ تک تھے زخم پر زخم کا کمر وہ ہر بار ایک اس سے بھی کاری زخم کی دھوپیں دیکھنے کی صحفوں کے اندر رکھتے چلے جاتے تھے۔ دیکھنے والوں سے دیکھانے لگا اور لوگوں نے پڑھ بڑھ کر منت سماجت کی کہ ”اس طرح اپنی جان کے درپر نہ

نشتر ارمی نہ آسکے گا۔ آخر صحت نے ان کو سفرہ شی کے عظم مواتیع دیئے جن کے لئے بجائے کبکے وہ دامن شوق اور درست دھا پھیلائے ہوئے ہمارے سی طفراں کاٹ رہے تھے۔ آخر صحت کے بعد جب اتنا دکا خطرہ اپنی پوری ہولناکیوں کے ساتھ اسلام کی بنیادیں ہلانے کیلئے اٹھا تو عکرہ مٹھہ، درسی طرف سے ریانہ اٹھ کھڑے ہوئے اور شہادت کی سرستیوں میں اپنے پورے حجم کو خون چکاں رخموں سے چوڑ کر کے رکھ دیا۔ ان کو سی ترمذ کھنکا کہ ان کی زندگی اس وقت اسلام کے خلاف صفت آراء تھی جب وہ موت اور زندگی کے مرحلوں سے دوچار تھا۔ ملیک ایسا ہی موقعاً تلفی مانات کے لئے خ۔ اے ان کو دیا کہ جب ایک بار پھر اسلام مرگ و دامت کی کشائش میں اباھا ہوا تھا تو یہی عکرہ مٹھہ کی زندگی اسلام کے گیسوں سزاوارتے کے لئے زندگی کی راہ پر اپنا پوٹھہ کاتی چلی گئی۔ اس وقت کبھی کاہیہ سلماً دین کافر آج کا بہت بڑا اسلام دوست اور اسلام کا سماں معمد تھا۔ اسلام کی وحیں اس کے اخاوریں پر حرکت کرنے تھیں اسکی کمان میں دیدی گئیں تھیں اور انھوں نے جس بے جگری سے اس اعتماد کا حقدار ارخ دکنابست کیا وہ قبیلہ ازاد عمان کے قبائل اور بھی بھر کے علاقوں میں ازندادی کی بھر پر سر کوئی کی روشن تاریخ سے آج تک بیاندارہ قوہ کی شکل میں دادیوں کے بیکری ان فاصلوں سے جھلکت انظر آ رہا ہے۔ خاص طور پر میں کے مرتدوں کو کیفر دکر دار تک پہنچانے میں ان کی سفر و شانہ شیاعت نے جو کارہائے ملایاں انجام دیجئے وہ اسلام کی تاریخ کا ایک زریں باب کھلائے جاتے ہیں۔ یعنی۔۔۔ جہاں ازداد کی آندھی نے مسلم اپس ایکشن کی پہلی کوشش کو ناکام کر کے خطرناک صورت حال پیدا کر دی تھی وہاں جب تلفی مانات میں سرکفت پھر نے دلائل مدد ہوئیں عکرہ مٹھہ پہنچا تو جنگ کی بساط اٹھ کر رکھ دی اور خدا کی اطاعت سے سرتانی کرنے والوں کے مغرب و سرگھوڑے کی طاپیں روئند ڈالے۔ شام کی تاریخی فوج کشی میں وہ اپنا سب کچھ دلائی کے لئے گھر سے نکلا تھے۔ امیر المؤمنین حضرت ابو یکھدیلی جب جنگ اجتماع کے معاشرے کے لئے تشریف لائے تو ایک خیبر

نہ پڑ جائے! — مگر عکس مثلاً اس چھرو دانہ مشود سے ہے اس طرح چراخ پا بولے چیزیں ان کی عزیز ترین آرزوں کی ہیں کردی گئی ہو۔ ہمیں نہایا ہوا مگنادر غرور چسہ ہ مٹا اور آگے بڑھنے سے پہلے یہ بغیر منانہ اپنے پیچھے چھوڑ جائے ہوا چھوڑ گیا:-

”یہ لاتِ عترتی کرنے تھا، پر کھلا کرنا تھا اور آج خدا اور رسول کے لئے جان بجا کر رکھوں اتنے ہے مجھ سرا اگر ایسا چاہا جیسی آئے دوں۔ شم ہے خدا کے واحد کی! عکس می پہنچا مر منا چاہتا ہے ک

کوئی نہیں جانتا کہ شہادت کا یہ پروانہ اس میلان فدا کاری میں ناک و خون کی زینت بننا۔ مکرم شہ شہ پوئے، مگر ہیں ۹۔ محل کے میدان میں ۹۔ پر میک کی دادی میں ۹۔ کوئی بیکن سے نہیں جانتا۔ دنیا مگر اتنا چاہتی ہے کہ خدا پر جان دینے کے دھنی نے آخر جان جان آفریں پر لٹھا ہی دی۔ رضی اللہ عنہ — رضی اللہ عنہ — رضی اللہ عنہ!

کیا یہ کوئی کہانی ہے یا اس کا ٹھوس واقعہ؟ — کون ہے جو آج اسلام کی منکراس رنیا کوی بادت سمجھائے؟ شتر کر ڈو مسلمان میں کر بھی اس جان نثار صداقت اس سرفوتس بندگی کا اظہار نہیں کر سکتے جس کی مثال ایک ایکی مکرم شہ نے اس طرح قائم کی کہ نامی انسان کا کو دار لقین درم بسکرہ گیا۔ علم رضا مسلمان ہی تو نہیں۔ انسان ہی تو نہیں۔ کیا ہم بھی مسلمان ہیں ۹۔ بولو کیا ہم بھی انسان ہیں ۹۔

بلاغ لمبین | حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی ایک تیس بیانات کتاب کا اورد ترجمہ۔ جو بدعت کے رد سنت کے اثاثات اور عقائد صحیح کی توضیح میں نہایت اعلیٰ ہے۔ قیمت بجلد چار روپے

ملک دہلوی دلوبندر

دیوانی معلج | اس دلچسپ بالصوری کتاب میں بھائی صحت اور عام صحت کے مسئلہ کو اس خوبصورتی سے حل پیدا گیا ہے کہ اب اسے مسئلہ نہیں کہا جا سکتا۔ اس کتاب میں ایسی ۱۶۶ جڑی ٹبوں اور چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے جو بیماریوں میں اور طفروں میں عام طور پر ہوتی ہیں۔ بھائی جستی بیماریوں اور چیزوں انسانی صحت پر عمل کرنے والی نوئے فیصلہ بیماریوں کا مکمل اور شافی علاج ہے۔ اس کتاب کا معالعہ آپ کردار آپ کے بال پکوں کو بلکہ آپ کے ٹبوں میں کو بھی صحت میں شغل بہت سی پریشانیوں سے بخوبی رکھے گا۔

حصہ اول۔ حفظ صحت کے اصول اور ۱۶۶ جڑی ٹبوں اور چیزوں کی شرح ۱۵۶ سے زیادہ تصویر و کی ساختہ۔ تین پیچے حصہ دوسر۔ اتفاقی حادثات اور عام بیماریوں کا علاج ۶ سے زیادہ تصویروں کے ساتھ۔ قیمت ڈھانی روپے۔

حضرت ابوکبر اور فاروق عظام

ان دو عظیم صاحبوں کے حالات آپنے الگ الگ پڑھے ہوں گے، لیکن اس کتاب میں ان دونوں کے باہمی تعلقات کے دلچسپ اور ایمان افرزو حالات دو کو اقتضیاً ملاحظہ فرمائے۔ عربی سے ترجمہ۔ مجلد چھوڑ پر پھرست نہیں پہنچے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کی چند کتابیں

- قرآن کا قانون عدج و زوال۔ ڈھانی روپے ۱۔ اسلامی جمہوری۔ ڈیڑھ روپیہ ● مسئلہ غلافت۔ پانچ روپے۔
- آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی۔ رسات روپے ● مقالہ آزاد۔ دو روپے ● نگارشات آزاد۔ چھ روپے ● عیدین میں ڈیڑھ روپیہ
- مضمون الملاع۔ سانچھے تین روپے ● امر بالمعروف ڈیڑھ روپیہ ● شہید عظم۔ ڈیڑھ روپیہ ● ہماری آزادی۔
- راندیا افس فریم کا ترجمہ۔ پندرہ روپے ● صد اسے رفت سانچھے تین روپے ● انسانیت ہو سکے دروازہ۔ رسات سانچھے تین روپے
- ملفوظات آزاد۔ ڈھانی روپیہ ● غیار خاطر۔ چھ روپے۔
- اصحاب کہف۔ سوادو روپے ● دلادیت نیوی مکمل۔ روپیہ

بلاغ لمبین
حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی ایک تیس بیانات کتاب کا اورد ترجمہ۔ جو بدعت کے رد سنت کے اثاثات اور عقائد صحیح کی توضیح میں نہایت اعلیٰ ہے۔ قیمت بجلد چار روپے

جبِ اسلام کا فرما تھا

ائزہ۔ مولانا عبد الرؤوف رحمنی

حضرت عمر بن عبدالعزیز، عزیز کے عہد ببر کیلئے بہریت اخان سے شاہزادہ نام کا دروسہ ملے۔ ملک و ملکہ، سلطنت کی آمد بہد کیا تھی پہنچیں، سرفراز ہوا اور عالم کی کوئی بخشش کو بھے ٹھیک بخان اور جن شاہزادہ دیکھوئیں تھے کیا جانا تاریخیات این سعد جلد خاص میں ص ۲۴۶^{۱۲}

امام اhurst عربی میں بڑا یادگار تسلیم اکرام ایڈ روڈنی^{۱۳} کرتا امام معاملات اعلیٰ میں انتہائی رہا، مگر رکھتے تھے تاکہ ان کے نفس کو بھولی کھاتے سستے کو زادت پڑ جائے۔ راہب احمد اذیں اندھیں نہیں، نہیں، نہیں کا مقصد بہر گز رفتگی کر رہا تھا حضرت محل الشریعہ سلم کی سنت کے خلاف ہے اور شاد بخوبی سے، ان لفظیات عدیت حدا کو نہیں کھڑے نفس کا جسی قسم پر جل سیکھتے تھے خود بھی ہے۔ آپ نے یہ خود، خبیر، گورنمنٹ و طیار کا استعمال کرتا رہا ہے ابتدہ فی الجملہ اکفترت محل ارشاد علیہ وسلم پا خداخواہ کو ام کی زندگی، سباب عیش و عصمرت کی تلاشی تھی بلکہ عادی اور تنازع کا نونہ تھی (الا علامہ جلد نافی ص ۲۷۷)

حضرت اہلی اللہ^{۱۴} کی تھیں کہ شمارے ز مادریں روایا کی برہادی شاہزادی عیش و عصمرت و تبدیلی کے سریب ہو رہی ہے جنبداد شاہ، یک دوسرے سے پر حسد کرتے ہیں کہ کس کے پاس سامان عصمرت زیادہ ہے کس کا تائیز زیادہ قیمتی ہے کس کے تائیز شابی میں زیادہ جواہر ملکے میں اسرطیع اور باہم حکومت کی عیش اپنی تھے سو ماٹی کا مراچ بگارد یا سبھے امیرہ حکومت و شاہزادو اذیں عیش کی کوئی حدیث ہے؟^{۱۵}

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے تکمیل ہے کہ شاہزادی کی تھوڑا صحت لا کھے پہچا اس سر زین الدین پر ہر دو ہر چار ہفت دو شہنشہ شہ جو سخن کی تکنوازی کا لکھر دے پے ساہب از اہم ہے جسے وہ بیسب سرچ کے نام سے تام عطا کر دیا۔ اور عالمی عربی میں ارج چسید، ہمچوں کاہیے، سس سے تمام عطا میں مشتمل ہے کہ اس پاک سہنہ دہائی پاکیزہ ہستیاں ہیں کہ ان کی کیا سسے آئیں کیونا حاج ہے۔

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے تکمیل ہے کہ شاہزادی کی تھوڑا صحت لا کھے پہچا اس سر زین الدین پر ہر دو ہر چار ہفت دو شہنشہ شہ جو سخن کی تکنوازی کا لکھر دے پے ساہب از اہم ہے جسے وہ بیسب سرچ کے نام سے تام عطا کر دیا۔ اور حکومت کی آرائش پر خوب کرتے ہیں دا سارا جو جھوہر، جو ملک خلما، اسلام اور اسلامیتے دینیاں زندگی کا فرق لاخند کیجیے کہ سارے زندگی کہاں ہے اور عیش و عصمرت۔ در، پاکیزہ دعا یا کہاں؟

امریکہ کے صدر جو دیوبند کی تھوڑہ، وہ کامیڈی تاریخ ایک شیلیفون دیکھنے کا خوبی نہیں کی حفاظت اور اُنہوں نے بیت کھیل کو دار خفیہ پسکن کا خوبی نہیں کیے تھے لکھوں کھاؤ اور سانانہ ہے صدر امریکہ کی سواری کے نئے دو تلوڑوں پر ہر وقت عاشر سہنے ہیں پولیس ہی اعلیٰ حکومت میں موثر اور بولائی جہاڑ چلانے والے ملکے میں پر پکاں بیڑوں اور سارے بیچارے خوبی ہوتا ہے اور الفریان مکتووہ اکابر (مشہور ۱۹۸۰ء)

کھل گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے زمانیں چدا اور ملائی خلیفہ کے قبیلہ امداداریں والیں ہوئے ورنہ مقدار بالآخر کے زمانے سے صورت حال یہ ہو گئی تھی کہ خلیفہ کا صرف تمام حقا اور حکومت ان سلاطین اور طوک کی قائم تھی جنہوں نے جبرا خلیفہ کو اپنا نامی زمان بنانیا تھا۔

ستفنسی کے بعد اسی کا بیٹا یوسف، مستجد بالذر کے نام سے خلیفہ کا خلافت پر ملکن ہوا۔ عاداً اسی طبقے تاریخ الحلفاء میں کہا ہے مستجد عبدالوالصافی اور زم مرازمی کی خصوصیتوں سے صورت تھا مدارے واقع سے ناجائز عصیوں کو اس نے اٹھا دیا تھا اور ابن اشیر کا فیصلہ تو اسی مستجد کے تعقیل یہ ہے کہ مکان حسن الحلفاء سیریہ مع الوصیۃ (۷) میں اسی خلفاء میں دعیت کے ساتھ بہترین سلوک کرنے میں مستجد بہت اچھا خلیفہ تھا۔

مستجد کے بعد اس کا بیٹا عحسن الاستفی بالذر کے نام سے صریحہ خلافت ہوا۔ علام ابن الجوزی نے مستفی کو بہت قریب سے دیکھا تھا کیونکہ وہ ابن الجوزی کی مجلس و عنایت میں اکثر شرک کیجیا ہوتا تھا۔ علام ابن الجوزی متنظم میں اپنی پیشہ دیگو ہی ان الفتاویں (۱۵) کرتے ہیں۔

الظہر من العدل و الکرم ما الحدیثة فی اعدام رنا عبد دکوم کاظماً ہر والستفی نے ایسے بہترین طریق پر کیا کہم و گوں نے ساری زندگی اس کی لذیذیں ہیں۔

ایک دینا پسند خدیفہ سلطان نور الدین زنگی کے نام سے نظر آتا ہے جو ملکہ طربی زد خیز علاتے اس کے زیر گنگیں ہیں۔ جوں اور کھا تک اس کا نام خلیفہ کے نام کے ساتھ خطبوں میں پڑھا جاتا ہے لیکن تردد گی لگوار نے کاٹھکی ہے کہ شام کے مشہر حصیں میں تین دو کاغذیں (چکو خلیفہ نور الدین زنگی نے مال میمت کے حصے سے خریدا تھیں) ان ہی تین دو کاغزوں کے کرایہ کی کامل خلیفہ نسلک کے لئے حصیں کو دی ہیں اسی ملکیں دیوار اس دو یہ ملک کو ملئے تھے (ابن اشیر)

ملک نے فوری طور پر شکایت کر لئے ہوئے اس مشاہرہ میں افادہ چاہا تو سلطان نور الدین نے

کہنے والے کہ سکتے ہیں کہ شاہزادوں کی ایسا انتہا کا ہے یہ سند یا کوئی نہیں الی ملک کی اپنی حکومت ہے۔

لیکن سوائے مذکور کے کوئی نہیں، یکجا کہ عرف نامی، اصطلاحوں اور تباہیوں کی تدبیج سے اصل حقائق نہیں بدیے بلکہ کیکار کا مقداریستی، لذت لپیڈی اور پیدا خلائقی کا آج نو وہ دور ہے کہ پچھے کئے ہی بادشاہ آج کے صرف وزراء کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے، اسراف و تبذیر، کرد من، طود من، طود طرخی خوشیں پر دری، حرام خوری، یعنی کہ کچھ کو آج پہلے سے بڑھ کر ہے بیڑھ کر ہے بیڑھ کر ہے کہ آج کے لذکاروں نے الفدا کی باری گری میں کمال حاصل کریا ہے ہر برالی کو اچھے 1 چھے نام دیہ ہے میں، ناجاگانے، عربی، فرانشی، لفاظ اتفاقی اور آرٹیں میں گئے ہیں۔ شراب خدری جو وہ تہذیب ہے گئی۔ عروتوں کا خلایط شاستی کیہ ملی بنا، فاختی میں مسائی گرل کہواں۔ شہرواتی ریجاتا کو کوئی اور دومن کا نام ملا۔ حق پرستی کی جگہ قوم پرستی نے لے لی۔ یہ اسیار و جنگوں گئیں اچھائیاں حادثت اور جدت پردازی کہلائیں، پہلے بر سے بادشاہوں کے اذانت خود در ہے تھے اب بر سے افسروں کے اذانت لا جھوڈ ہیں۔ عوامی اخلاق پر اتنا ہمگیری کیزے الی کبھی نہیں آسکتا تھا اگر طکران گردد اور کلیوٹی متصاصب دا لے افسدان ہے کو داری شے میری میں تمام سانقدر بکار دندلانہ لاؤ جاتے او نخوذ بالذہعن مشورہ، افتستا۔

خلفاً اسلامی سادگی و قناعت

خلفائے راشدین کا ذکر شیراپ یہ نہ ہے، لیکن ایسا نہیں بلکہ بعد کے خلقاء ملک کیں قابلِ رشتہ شخصیتوں کا کال ہوئیں یہیں بھی کئے ہیں ایسے خدا ترس اور مہاب کو اسلامیہ پیش کیا ہوتے رہے ہیں کوئی کیا سادگی و قناعت کو واپسات آج کل کے مسلم حکمرانوں کے بیٹے مستقل درس بجتہ و بیہرہ میں چوتاںیں ماحظ ہوں خلیفہ مستفی بالذر کا زیادہ وقت ہمام شاہزادی میں دیتی سماں میں ہوت ہوتا تھا۔ دینی علوم پر کتابیں لکھنا اس کا بیوب مشتمل تھا۔ مگر جب خلیفہ مختب پہاڑ تسبیح اسکے ز پڑھ عادات و لغوی مطبوعات کی خصوصیتوں پر کسی فہم کی کمی نہ ہوئی سانہ سی عدی و انصاف کے چون میں ایک تازہ بہاری اور طبع طرح کی نیکیوں کے درد آئے

تالی۔ اُن کی بجا ہادرنے والی سے تو پوری اسلامی دینا یا لکھ مفرغی دینا بھی
وافد ہے ایک بڑی علیم اُن سلطنت پر حکومت کے باوجود
اُن سلطان کی تباہت و درویشی کا یہ حال تھا کہ دنات کے بعد
اس کے ذاتی خواستے کا جب جائزہ لیا گیا تو۔ ما اخیرم غیر دینا ہر
صورتی اس رجیعین دین ہما نام ہے۔ ایک سوری اشرفی اور ہائیں
ناصر یہ دھم کے سوا اور کچھ نہ تکلا (ابن القیجی، ۱۷۷)

اُن اپنے تعریف دنیا و دھم کے سقط کہا ہے موجود
الا الفدا جو اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں ان کا بیان ہے کہ
لهم تخلف عقماً و اداً و امرأ۔ سلطان نے کوئی فرمودہ جا نہ
زندہ بیرون کی شکل میں جھوٹی رکوئی ذاتی مکان چھوڑا۔

بیہتر سلاطین اسلام کی دیانت و امامت اور سادگی و
قیامت کے واقعات سے ظاہر ہے کہ وہ آمر مت اور عیاشی ہیں
کرنا چاہتے ہیں بلکہ بیت المال اور عوام کی دامت کے وہ ایک سچے
امن اور ایک بہتر جن خرافتی اور رعایا سکے، ملی و رجہ کے مردم و مردم
تھے وہ پورے ملک کے تمام کو اپنا آرام اور رعایا کی تھلیف و مرت
کو اپنی ذاتی تھلیف و مسرت بھیتے تھے۔ رحیم اللہ تعالیٰ و جام
الثغیر۔

تجھی کی طاں تقبیہ از صفحہ ۲۱۳

دلیل سے کلذہ رہنماء رچھکنا کہ نازی بحمدیں تاریخیں دیکھنے
ہیں آئتے پیغمبری یات ہے۔

الحال یہ کہ سماج میں گنبد خضراء کی تصویر والے کلین بر
لٹکانا امزاج و مذاق کے اعتبار سے تو خود ہیں تھیں پسند
نہیں لیکن شر عالم میں کوئی تباہت نہیں اور اپنیں تاریخ
چھیکنا ایسا شر دیے جو اضراور کی معصیت میں داخل ہو سکتا
ہے۔ رسیبے احادیث کے لئے تو ان سے ہمارا امزاج و مذاق
بھی ایسا نہیں کرتا اور اپنیں اُس تاریخ کیا تو ہمارے خیال میں
ذہن و قلب کے مریض ہونے کی علامت ہے۔ واللہ تعالیٰ
اعلم و علیہ اتم۔

کہا۔ سیرے پا سا اس کے سوا کچھ نہیں ہے میرے
قبصہ میں حکومت کی جو کچھ آمدی ہے تو میں اس کا
صرف خدا کی ہوں۔ میں اس میں خیانت کر کے جنم
کی آگ میں نہیں سکتا۔

اسی طرح نور الدین زنگی کا شاہزادہ سما علیل و رباب کے بعد صفت
کا حکملہ ہوا۔ میں ۱۹ سال کی عمر میں اس بچارے کی قویع کے مرخص
ہیں و ناست ہوئی۔ جب ۴۰ قویع میں بیٹا پوتو اتو اٹھیا۔ نے پیچوی
پیش کی کہ حکومتی سی سند اب استھان کیجئے مرعن کا اذیلہ جو
اپنے اہموار کر رہے تھے تو جوان شاہزادہ نے کہا۔ لام فعل
حتیٰ اہل الفقہاء میں تقبیہ سے جب تک نہ پوچھوں گا۔ یہ
مذکور ہے۔ تقبیہ بلا تے گئے شافعی ذہن ہے کہ علماء نے بالاتفاق
جو از کاف نتوی دیا۔ میں نے حقوقی فقہاء کو خطاب کیا آپ لوگ کیا
کہتے ہیں۔

صاحب بدائع علام ابو یکم کا شافعی مشہور حقوقی امام نے بھی کہ
کہ جیسے حال ہے اسے پیش فرا شراب کا استھان تپ کے لئے
جازی ہے مگر اس پوچھ گئے کہ بعد اس نوجوان شاہزادے نے پوچھا کہ
میری سوت کی اگر مفرغہ مدت آجھی ہے تو شراب پینے سے کیا وہ
مٹ جائے گی۔ اس کا جواب جو ہو سکتا ہے دیکھ دیا گیا۔ یعنی قرآن
جیسی ہیز کو تو جل فرار دے چکا ہے اسیں گھری بھر کے لئے بھی
تفہیم و تاخیر نہیں ہو سکتی۔ بھلا دادا اور علاج سے اس کو ہون ٹال
سکتی ہے۔ شاہزادے نے علماء کو خطاب کرنے پر نے اپنے
دل کی بات کا اطمینان لے گائیں کیا۔

تو اسے لوگوں سن کو اک اسی ہیز جیسے اطراف سے
وام قروہ دیا ہے، استھان کو کے خدا کی قسم
بیان اندھے ملاتات نہیں کروں گا۔ (صاحب شذوذ
الذہب)

کہتے ہیں۔ مامت و الحبیش ربہ رحمہ اللہ تعالیٰ لشمن الرزق بحد
رائیع (۱۹۵۲) شاہزادہ سما علیل مر گیا لیکن اس نے ہبھاں شراب
نہیں استھان کی۔ خدا کی رحمت اس پر ناول ہو۔

سلطان نور الدین زنگی کا شافعی اثر علیہ کے بعد صلیٰ جلوں کی
تیادت ایک دین پسند سلطان صالح الدین ایوبی کے حصے ہیں

مستقل عنوان

ظفر و مزاج

مسجد سے مسجد نام کا ف

مُلَّا إِنَّ الْعَصْرَ مَكَّىٰ

شائع کر کے اپنا نام روشن کیا جائے۔ اتنے میں مرزا فیاض علی شرف
الله۔ یہ سب سے بہترے ہے میں اور کافی ہے گاہے ہم الیک درستے سے
سلی رہتے ہیں۔ وہ ایک ایسے محلے ہے میں لازم ہیں جیساں بالائی آمدی
کے زور میں سوچیں کی فسرادی ای ہے۔ ایک ان پر یہ برا باتی نے ایسا
جادو کا ڈنڈا پھیر دیا ہے کہ مستغیب کو رخوت کہئے ہیں اور توڑا
کے سوا ایک پیغمبر کا نام حرام قرار دے رکھا ہے۔ دوست احبابے
لاکھ بھیلا کر میاں حال حرم کو معافی معاملات میں ٹھیک کر لانا
غیر منتفک نقطہ نظر ہے۔ مدینی احکام اپنی جگہ۔ پیٹ کا معامل
اپنی جگہ۔ بال کوں سکلتے کچھ پس انداز دیکھا تو دین و دینا دلوں
میں رو سیاہ ہو گے مگر ان کی دہمیت اپنی جگہ سے شہ سے مس
ہنسیں ہوئی۔ جگہ دا لے الگ بیزاریں۔ ایسے دہمیت کا تحت
جس آفسس کے پلے پڑ جائیں وہ بھلا خوش کیسے رہ سکتا ہے۔

کلرک بختا بختا کے کہا کرتے ہیں کہ مرزا فیض علی تم تو بسوس
صدی ہیں غلط پیدا ہو گئے جاؤ کسی مزار پر یا کسی پہاڑ کی چھا
میں دھونی رہا۔ تم نے تو مفت کا گمراہ کر کر کے ہماری دودھ دینے
والی گاؤں ہی کو مرکھنا کر دیا۔

اس وقت ان کا تھرہ کچھ اُتر اپڑا سا تھا۔

”کیا بات ہے ڈیر مرزا۔ اُداس کیوں ہو؟“ میں علیک
سیکے بعد پوچھا۔

”کیا باتا کوں یار بڑی مصیبت میں ہوں۔ آپ ایکٹت
تو بتائیے۔“

”پوچھئے“

”کیا مدرسہ میت العلم میں بھی کچھ رخوت دغیرہ چلتی ہے؟“

ظاہر ہے آپ اس باری سنتے کے منتظر ہو گئے کہ صونی
بدر الدینی کے احسان کا بدل طبقے کیسے مل چکا یا۔ حاجز بھی آپ کے
اشتیاق کا لحاظ کر کے یہ دستان سنانے پر ہر تن تیار خالہ حیف
صاحب کا آرڈر ملا۔
”یہ ہمینہ عید الحنفی کا ہے لہذا فرباتی کا موضع نظر انداز
نہیں ہے ناجائز ہے۔“

حکم حاکم مرگ مفاجا ت۔ بھیجی ایک اور دستان پر قلم
کرتا ہوں جس میں ہر آئینہ درباری کا بھی تذکرہ ہے اور آپ
سب حضرات کے لئے ایسی ذہنی رہنمائی بھی ہے جیسی مار دھاڑ
سے بھر پر جا سی نادلوں اور قلموں میں اول الی بھزار کے لئے
ہوتی ہے۔ فاعلیت پر یا الولی الایصال۔

”درستہ میت العلم“ کا نام تو آئی نے ضرور سنا ہو گا۔ اس
میں بڑا بڑا فنکار پڑا ہے۔ فدوی الگا پیکے سامنے اپنی یادداشت
کا وہ الحکم ھولے ہے جس میں ان تکاروں کے بے یاہ آرٹس کے
رنگارنگ نہ نہیں تھوڑا ہیں تو یقین کیجئے آپ عرش کرنے
کرتے یا گل ہو جائیں گے۔ آپ ہی تفصیل اعداد یا ان ہو گئے
تو تخلی پڑھنے کے لئے آسمان سے فرشتے نہیں اُتریں گے۔ لہذا
 نقطہ حکم حاکم کی تعییں میں ایک آدھ نو نیٹھی خدمت ہے۔
گر قبول افتاد رہے عز و شرف

ایک روز حاجز بھکے حنفی پر کاؤنٹیکے کے سماں ہے
بھٹا بین الاقوامی مسائل پر فکر شدید کر رہا تھا اور تصریح کیا
پسیدا ہو چلا تھا کہ ایسی تجربات کے خلاف ایک ترور دار ایسیں

میں چونکا۔ ” کیوں کیا یا شد ہے؟ ”

یہ قول پڑھا تھا کہ میری کو دن ہیں شتر دفعہ معاف کرو۔ ”
 میرے نا بکار قلب میں اس انگریزی و اسی دلیل کیلئے
 دفعتائیں سک و حمد کا مندرا اٹھا۔ ایک طرف تو یہ شخص اتنا
 بھی نہیں جانتا کہ ایسے موقع پر پڑھتے لکھے مسلمان ”حضرت
 محمد نہیں“ رسول اللہ ”بنتی ہیں اور حضورؐ کے ارشادات کو
 ”قول نہیں“ ارشادِ مبارک ”کہا جاتا ہے لیکن دہسری طرف
 اس کا یہ حال ہے کہ اللہ اور رسولؐ کی تعلیمات کو کردارِ عمل کا
 بھی جزو بنانے پر تلا بھٹھا ہے۔

”ہم بھی یہ بصیرت تو اللہ کے رسول نے ضرور کی ہے
مگر وہ مشم صحنِ اخیر میں“

”جی ہاں۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی ہے کہ منشی عین الحق کے ذمہ سو آٹھ کس مکال میں دھھلے ہوئے ہیں۔“^{۲۹}
میں ہنسا۔ ”آپ غالباً مدرسے کے دیگر ارباب فن سے
وافقت نہیں ورنہ اکیلے منشی عین الحق کے بارے میں فکر من رہ
گئے۔“

”جی نہیں مجھے تو زیادہ دلتفیت نہیں ہے۔ میں ٹھیرا
گناہ مکار دنیا دار۔ ان حضرات کی صحبت کے قابل کامان ہے
”خواجہ تحریر الدین مدد سے کے حکماء تعمیرات کے انجام
پس ہے۔ میں نے عرض کیا۔“ ان کی تجوہ بھی درستہ سے کم رہی ہے
لیکن آپ ان کے اندر واقعی حالات دیکھیں تو وہ دیکھ کر حیران
وہ جائیں گے کہ ان کی تجوہ کا ہر روپیہ سبب برگشت اپنی کے
ایک ڈالر سے کم فائدہ نہیں دیتا۔ اسی طرح مشقی طہور الدین کی
تجوہ اتنی جا رہی نہیں ہے مگر اہل و عیال پر تقریباً ایک ہزار روپیہ
صالاہ خرچ کرنے کے بعد بھی وہ اتنا پس انداز کر لیتے ہیں کہ
چیف آف اسٹاف کی جو دو تین دعویٰ ہیں ہر سال اپنیں کرنی ہیں
ان پر یا نی کی طرح روپیہ بیا با جائے کے۔“

مرزا صاحب کا فرط استغفار ہے کھلائی ہوا مسند اگرے
کی تکل اخیار کر لیا تھا۔ نکایت کے لمحے میں ٹھنکے۔ ”بھی آپ
تو ہر معلٹے میں بذاق کرتے ہیں ملزا صاحب۔ یہ تو بذاق کی
کوئی مناسب قسم نہیں ہے کہ خاصاً میں خدا کے بارے میں فراز
کیا جاتے۔“

ہم چونکا۔۔۔ کیوں کیا یا شد ہے ۹
”بڑی آفت ہے یار۔۔۔ آپ جانتے ہیں یہی سری تجوہ
ڈیٹھ سود پے ہے۔۔۔ تین بھی چیزیں۔۔۔ ایک اپنے ہے۔۔۔ اللہ کا انگر
ہے عورت سے دُور وی تو مل جائیں مگر یعنی اس کا پھر نہیں خدا
مدت سے بیٹھ کی میشیں کی سخت احتیاج محسوس کرو۔۔۔ جوں مگر اپنے
خریدوں قسطلوں پر لیئے جیسی سود دیتا یہڑا ہے۔۔۔ آپ یہ بتائیں کہ
یہ جو مادر سے کے نہشی عین اُنکی ہیں ان کی کیا تجوہ ہے ۹
”بڑی ہکوں کو دے کر کوئی اخیر کا۔۔۔ لَا۔۔۔ کچھ جو ہے

”جناب انھی کے یہاں کل میری گھر والی گئی تھی بس پھر
دہاں سے راماغ ہی خرابی کی کے لائی ہے۔“

”دراد صاحبت فرمائیں۔“
”ایجی کا دھن احمدت۔ وہاں سے لوٹ تو میں نہ خرچا
ہوا تھا۔ کہنے لگی کہ آخوندی عین الحس کی تجوہ بھی تو طویل تھی سو
رد پیسے ہے۔ ان کے یہاں تو ریڈ یو بھی ہے۔ دو تین بھلی کے پچھے
بھی ہیں۔ ایک سے ایک چائے کا سببٹ بھی ہے۔ جیسی کا دہ دہ
برتن ہے کہ کیا کسی لاٹ صاحب کے ہو گا۔ پانچ بیج پیں اور ہر
ایک سوتے وقت میال بھر دو دھوپ حمل کے پڑتا ہے۔ مشیائیں
سوئے میں پلی ہیں۔ بڑی لڑکی کا جہیزا اساتیار کر رہی ہیں کہ اسے
اللہ۔ تو آخر تھاری بھی تجوہ میں کیا ہے برقی ہے کہ ہر میں کسی کے
پیاس دھنگ کے چار کپڑے بھی نہیں۔ زیور لٹا پڑا اسے اسی میں
ماشے کا ٹانکا کا نہیں لگ سکتا۔ ریڈ یو تو کیا ہوتا ہے کا باجا
نک نہیں۔ ہاتھ بڑھتے گئے ملکے کے پنکھے ہاتے۔ غرض
صاحب دہ میرا دماغ غصات گئی ہے۔ میں نے سمجھا یہ کہ بھائیوں
دش روپے اپنے لئے رکھ گریا تی تجوہ تو تھیں ہی دیریت ہوں
ریڈ یو کیا تم شسلی و شیرن خرید لو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔
لہو لووہ دس بھی دلیا کر دس۔ اس پر وہ اور بھی بختا گئی۔ کیا
ناؤں یا کتنی مشکل سے سچا چھڑا یا ہے۔ یہ حور میں خدا کی پناہ
رس تو صح کہتا ہوں اس کی جو طب پکڑنے نکال دیتا گر۔۔۔“

”لئکریا؟“ میرے سخن سے بے ساختہ نکلا۔
”شاید مولانا اشرف علی میں کسی کتاب میں حضرت محمدؐ کا

بچی کو لیاں کھلے ہوتے ہیں۔ آپ اگر اپنی بچی سے نکل کر مکاری دفتروں کے حکر لگائیں تو ایسے ایسے ماہرین آپ کو نظر آئیں گے جو دن سے سدنگوئی نہ کر اور والیتے ہیں اور لگنگوئی والا اس خیال سے لگنگوئی نہ کرنے پر مجبور ہوتا ہے کہ اگر لگنگوئی نہ دی تو وہ پا جائیں گی اور ایس ملنکی کوئی توقع نہیں جو زبردست اس سے چھین لیا جائے۔ ہاں یہ بے شک درست ہے کہ غربی طلباء کی جو بیرونی اور روپیہ اور بھلی کے پیشوں اسے میار رہنگی کا پیٹ نہیں بھر سکتی اس سے تو بس اتنا ہی جھٹکا جا سکتا ہے کہ کھانے کے بعد فرنی اور پھل ہمبا ہو سکیں۔

آپ ملا صاحب بات کو ہمشہر لہذا کر دیتے ہیں۔ اور وہ کوچھ ٹوکر جو بھی صرف منتشر ہیں الحق کی حقیقت سے آگاہ فرمائے۔ ”حقیقت کو کیا پڑھتے ہیں۔ حقیقت تو بس اتنی ہی ہے کہ انکھیں بن۔ ہوں اور آدمی افساد ہو جائے۔“

”اب آپ شاعری میں گھس گئے۔“ وہ الجھو کر دیے۔ ”آخر کچھ پتا تو چلے کہ منتشر ہیں الحق جیسے فرشتہ صورت ایک زبردست دینی درسگاہ میں مکروفریب کا کوساکھیں کھیسل سکتے ہیں؟“

مجboroں میں نے پوری تفصیل کے ساتھ مرا صاحب پر اپنی اُن بے شمار معلومات کا ایک حصہ ملکھ کیا جس کا تعلق منتشر ہیں الحق کی ذات سے تھا۔ میری معلومات کا ٹھاڑی اڑیسہ وہ منتشر خیر الدین میں جن کی ”ہائی“ ہی یہ ہے کہ لوگوں کو مرمت کندہ حالات کا سُراغ لگائیں اور ہر فنکار کی حریتیات فن کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر حافظتی کی سیفت میں محفوظ کر دیتے ہیں۔ وہ مدرسے ہی میں ملازم ہیں اور میرے پر اسے کم فرماؤں ہیں۔ ان کی خوبی یہ ہے کہ بڑی جلدی ہر شخص سکھا رہ جاتے ہیں اور جہاں پر یار اسنے کامو قصر دیا تو میرید اور صاحب بخش میں بھی ”معنی“ نہیں کرتے۔ باخبر ہر ایک کی کمزوریوں سے ہیں مگر قصداں کسی کو نہیں بیخپاتے۔ ان کا قول ہے کہ بھی قوم کا مال ہے بھر لینے وہ جس سے جتنا پیٹ بھر جائے۔

میں نے ایک دفعہ ان سے کہا تھا کہ منتشر ہی جی اآپ آخر حرام خودوں کو کیا دایکوں نہیں دیتے۔ ہم سے شکایت بکھجے۔

”خاصمان خدا“ میں تھقہ خبیط نہ کر سکا۔ مرا صاحب آپ بھی کئی مقصود ہیں۔ خود ہابی کیا ہوتے ساری ہی دنیا کو دہابی تصور کیجئے ہیں۔ اچھا بنا کیے منتشر ہیں الحق کے طاف باٹ کی آپ کیا تو یہ کہیں گے۔ ان کے باپ تو کوئی ہزار کے مقروض میں نہیں۔ زین جانماہ بھی سب قندگی ہیں تیج طور کے برابر کردی تھی۔ پھر یہ چاندی آخر کیا امریکہ سے مصنوعی چاند کی ہے؟“

”بھی مجھے بھی حیرت ہے“ وہ بولے ”مگر یہ کیسے بادر کروں کہ استمنے زبردست مدرسے میں خانجہ استہ کوئی حراجز بھی ہو سکتا ہے۔“

”نیچے۔ اب میں جذب کی عصوبیت پر عش کرنے کے لئے گراتے کے آدمی تو لاسنے سے رہا۔ آخر کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ مدرسہ بیت العلم کرہہ مرجع میں واقع ہے؟“

”جی ہیں... کیا مطلب؟“

”اس طور کا قول ہے۔“ زمانہ باقونہ ساز دلو بانہ بزار آپ جیسے پرہیرگار تو ایسے شیوات میں سے ہیں۔ کچھ زمانہ اور گزرے دیکھے پھر انتار اللہ آپ جیسے فرشتے سماں غائب غائب میں بجائے جایا کریں گے۔“

”آپ کی بات پھر بھی بھی دردی۔ کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خدا خواستہ حاکم بدین مدرسہ بیت العلم کے حدود میں بھی خیر جائز امور کا گندہ ہو سکتا ہے؟“

”ذیکر فیاض۔ یہ بالکل ایسا ہی سوال ہے جیسے آپ پوچھیں کہ کیا عرب کے حدود میں بھی کوئی شخص رسیڈ پر گلنے سکتا ہے۔ مانگے پیارے سور ہوما لی فریڈ۔ الگ فریڈ نے اسراور درون پر دہ کی تھا کہ اسی شروع کردی تو جذب پر بارٹ اٹیک بھی ہو سکتا ہے۔“

”نهیں بھی میری بھویں نہیں آیا۔ اچھا آخر منتشر ہیں الحق کوئی ٹرے اپنے تو ہیں نہیں۔ بہت ہر اوقات کا عہدہ ہیڈ کلر جیسا ہو گا۔ بچا رے غربی طالب علم و رشتوں دینے سے ہے۔“

”یہ بھی آپ کی خوش فہمی ہے۔ سائنس ان کوئے سے سکھ نکال سکتے ہیں تو کیا شرعی سائنس کے ماہرین آپ کی نظر میں

منظور ہے گذاش احوال واقعی

اپنا بیان حسنیعت نہیں مجھے

کافی دنوں کی بات ہے کہ مولوی اطعام الدین۔ برادر

الکرم الدین۔ گھر سے نکل رہے تھے کہ مشی عین اُنچ تے پڑی
محبت سے ملاقات کی۔ مولوی اطعام الدین بہت العلم کے حفاظ
خانے کے منضم ہیں سیکڑوں طلباء کا دنوں وقت کا لکھا افہم
کے زیر انتظام تیار ہوتا ہے۔ سوارے نیک آدمی ہیں۔ اُن دنوں
فکر مند تھے کہ معقول تجوہ ایں گھر کا خرچ کیسے چلے مشی عین الحن
نے بڑے خایص و محبت کا انہار کرنے کے بعد کہا۔

”آپ نے کار فکر مند ہوتے ہیں یعنی ہم جیل پیش کرایا۔“

”غاہیت ہوگی۔ میں واقعی بہت پریشان ہوں۔“

”سربے پڑے تو آپ یہ طکریں کر مطلع کا نام سماں کیوں
مل کی دکان سے لیا کریں گے وہ اپنا ہی آدمی ہے جتنے کا بھک
آپ جاہیں گے اتنے ہی کا دیدیا کرے گا۔“

”چاہے العلام الدین سید ہے آدمی تھے یہ شنکر کا اس طرح
خوبی کے جیسے کوئی بالکل اونکی بات کان میں پڑی ہو۔ ملیعت کو
ٹھیک پڑھ کر لے گا۔“

”ہے تو پڑی محیب ترکیب مگر... یہ شاند جائز تو
نہ ہوگی۔“

”جاہنزما جائز کیم پر چھوٹیسیے۔ جو توکیش کا معاملہ ہے۔
اس طرح سوچے گذشتہ مرچیں وہ بچک میں دو روپیے سیر لکھتا ہے
تو آخر تھوک خریب ارہمنے کی حیثیت میں آپ کو بھی تو یون ہے کہ
اس سے کیش لیں۔ وہ پونے دو روپے کے حصار سے رقم لینے پر
خوبی آزادہ ہو جاتی ہے تو سفری سیر جاری آئے آپ کا کیش ہوا۔
ہمیں ایک آسودیدیجے کو نکل اسے ہم نے ہوا رکھا ہے میں آنے
آپ رکھئے۔ ذرا امیر ان لٹکا کر دیکھئے کہ اس طرح ہمیں ہر کے
سیدھوں میں کتنی یافت ہوتی ہے۔“

”ہر علم دریا اور پہلے تو مولوی اطعام الدین کے لگھے میں ذرا
لٹکا گئے ساریں روک کر نکل ہی گئے۔ درہ میں ان دنوں انکی طلبی
کی شادی بھی سائنس تھی۔ جیہنزما مکمل ٹراخنا۔ انھیں یقین ہرگیا
کہ یہ اچانک اچھی خاصی آمدی کی راہ کھل جانا من جانب اللہ“

مجلس شوریہ میں رکھئے۔ یہ تو پڑا اندھیر مورہ ہے۔“

”دہ تک کر بولے تھے ”تم ہو مٹا بیجے۔ میں پاگل نہیں ہوں
کہ اپنی روزی پر لات ماروں اور بال کچوں کی نافٹ کشی کا خطرہ
مول ہوں۔“

”یہ کیا بات ہوئی؟“ میں نے تعجب کیا تھا۔

”اب تک کار بکار ڈیسپے اسی کسی نے چور کر دے کی
کوشش کی ہے خدا سی کو یعنی کے دینے پڑے گئے ہیں اور چور صاحب کو
ترقی میں کیتی ہے۔“

”باپ کے“ میں ہکایا تھا۔ ”یہ آخر کی منطق ہے۔“

”منطق یہ ہے یا تو ملا کو الف بھی جرم اور بھی مجرم
ولی راوی میں نہ تھا۔ الف کے النام کی جھیں ب کے پسروں میں
تو الف آنکھ مار کے کہے گا کہ یہ صاحب اے آپ بھی بال کوں
والے ہیں ذرا آنکھیں چھار کھکھ کر کام کیجئے گا۔ قصر خشم ہوا۔ ب کو کیا
پڑھی ہے کہ الف کے جرم کی تصدیق کر کے خود کا خطرے میں ڈالے۔
شیخ بزرگ ہمچنانکہ الزام دینے والے صاحب حیئت کے متوجہ
ٹھیری گے اور ان کا گریبان پکڑ کے پوچھا جائے گا لگ کیں جواب
یہ الزام تراشی پڑھنی دارا!“

”کمال ہے نشی بھی۔ کیا اور دلے بھی جرام پڑھیں؟“

”جرائم کی قسمیں ہوتی ہیں بر خدا دار افرض کرو الف۔“

چوری کرتا ہے تو ب اور د اسے کیوں پکڑیں جب کہ ہر شیخ ایس
چوری کے مال کا ایک حصہ نقد القیمت پڑھ جاتا ہے۔ ہلدی لگے۔
چھٹکری رنگ آئے پوکھا۔ نقد کے ملاوہ بعض لوگ ”خوشاد“ کی
روشنی پڑنے کرتے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں جیسیں گاہے گھنے شنادار
دعویں چاہئیں۔ وہ چوری کے مال سے حصہ نہیں لیتے مگر انھیں
بند کئے رکھنے کی شرط یہ طبقے ہے کہ بھی بھی دعویں مکمل رہے۔
بعض اس پر قانون پر کہہ جائے مرید ہو جاؤ بھر کوئی نافی کالال جیسا
ٹوف اکھے اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔“

خیر و مشی جیہز الدین کے ذریعہ مشی عین الحن کی عظیم فکاریوں
کا حال بندے تک پہنچا اں ہیں سے کچھ کی اطلاع از راہ خیر تو اسی
ناظرین تھی کو بھی بدی جاتی ہے۔

فتنه انکار حدیث کا منتظر و منظر [مکر ہجت کے بعد] میں ایک سو طبقہ

اور دلچسپ کتاب۔ ان کے ہمراہ شباہ کا جواب ان کے انکار کی پوسٹ کندہ حقیقت اور ان کے موقف کی لفوت کا ثبات پر لطف اور دل نشین نقد۔ مکمل صحتہ سائنسی تحریر رہی۔

اسلامی معاشرتیا [انہر۔ مولانا ماطر حسن گیلانی۔]

اسلامی علوم کی فہرست میں ایک حصہ فن کا اختراز۔ اسلام کے معاشری نظام کا ایک تحقیقہ ترقی۔ دوسرے زمین کے مسلمانوں کے قلوب کی پکار کا بر وفت جواب۔ مولانا گیلانی کا مجیدانہ کا زمانہ۔ قرآنی آیتوں اور نبیوی حدیثوں کے ایسے نئے تفسیری پڑھ جاؤں کتاب میں ہی روشنیں کئے گئے ہیں۔

قیمت مجلد بارہ روپیے۔

فقہ الاسلام [اسلامی اصول و وسائل میں ایک عظیم عربی تصنیف جس کا سلسلہ اور دو ترجمہ نہایت سلیقہ سے چھاپا گیا ہے۔ یہ کتاب سات الوب پر مشتمل ہے جو میں سے ہر ایک معلومات مفیدہ سے مل بریز ہے۔ مجلد بارہ روپیے۔

تفسیر سورہ و ایں [انہر۔ مولانا ابوالحکام آزاد۔ هدایہ چھائی نے خاصاً خدا کی نماز۔ بارہ آنے نماز کے فضائل۔ پندرہ آنے خاصاً خدا کا خوف آخوند۔ ایک روپیے ان چھ کتابوں کی بھائی قیمت۔ ساری ہے پانچ روپیے۔

اُردو فارسی طاک شری [ایک تھمریکیں ایک مفیدہ کشی قیمت بارہ آنے اور وہ سے فارسی بنائے کے لئے

دعوت حق [اشعری زبان میں اس تاریخی حقیقت کی مرگزشت مراحل و مذاہل سے ہو گئی۔ ترجمہ چار روپیے۔

ضبط ولادت [وقت کے اس اہم مسئلے پر مولانا عرفی محمد شفعی کے مدلل فرمودات۔ پروفیسر خوشید احمد کے نکرانی اور دستا زیری مقدمے کے ساتھ۔ مجلد دو روپیہ۔

یاندیوں کا مستہ [تھری جس سے اس موضوع کے متعدد گزشت انجمن کے ساتھی ہے۔ ٹیڈی روپیہ۔

مکتبہ جلی ویوبنڈ (بی۔ پی)

سفر نامہ بن بطوطة [مشہور مسلمان سیاح ابن بطوطة کے عربی سفر نامے کا شلفت

ترجمہ۔ جنابے نیں احمد جعفری کے قلم ہے۔

سفر نامہ ابن بطوطة کی چند خصوصیات

(۱) دنیا کی کوئی ترقی یا فتوح زبان ایسی نہیں جس میں اس کتاب کا ترجمہ نہ ہوا ہے (۲) مشرق اور ایشیا کا کوئی گوشت ایسا نہیں جہاں اس میں چلے سیاح کے قدم نہ پہنچے ہوں۔

(۳) مصر یعنی مغرب کے بعض مقامات کی بھی اس بطوطة نے سیاحت کی (۴) اور اپنے تأثیرات و مشاہدات میں مغرب پوری سچائی بے باکی اور حرارت کے ماتحت قلم من در کر دیے۔

قیمت مجلد پندرہ روپیے

حافظ ابو محمد امام الدین کی مفہومی تصنیفات
ان کے سلطان العرش سے روح ایمان تازہ ہوتی ہے

پیغمبر رسول کی سمجھی تعلیم طوطہ روپیہ

حضرت خدیجہ ایک روپیہ

حضرت فاطمہ زہرا بارہ آنے

خاصاً خدا کی نماز بارہ آنے

نماز کے فضائل پندرہ آنے

خاصاً خدا کا خوف آخوند ایک روپیہ

ان چھ کتابوں کی بھائی قیمت ساری ہے پانچ روپیے

تذکرہ مجدد الف ثانی [حضرت مجددؒ کی حالات

کس نوع کا ارتامہ تجدید انجام دیا۔ اسی بالائی میں نہایت

مفصل اور بلند پایہ کتاب۔ بہت دلچسپ اور دل نشین۔

قیمت مجلد چار روپیے

فارابی [تألیف۔ حاصل محمود (مصری)]

ترجمہ۔ رشیس احمد جعفری۔

معلم شانی۔ حکیم ابوالنصر فارابی کے فضل و کمال و مخصوصیت

حالات و سوانح، علی مقام اور تجدید فلسفہ و منطق کے مفصل اور مستعار حالات۔ قیمت ایک روپیہ بارہ آنے۔

ہی ہو سکتا ہے۔ ترانیں بھی تو ہمگی ہے کہ اندر اپنے سندوں کو
ایسے ایسے ذراائع سے رذق بخانا ہے جن کا تصور نکل نہیں سکتا
جسے ہی کہار تصور تھا اُنہی عین الحق فرضت و محنت بن کر آئیں گے
اور ایسی نزدیں راہ دھلانیں گے۔ واقعی کمیشں لینا تو ناجائز نہیں
مولوی الطاعم کو آزادہ پاکشی صاحب ہے فرمایا۔

”یقہنہ دی تحریک تھی۔ اب اصلی تحریر نہیں یہ بھوند
قصائی ہے تا جس کا گورنمنٹ مدرسہ خریدتا ہے اسے چھوڑ کر نامنا
قصائی سے معامل کرنا ہیرگا۔“

”لیکن بھوند قصائی تو بڑا ایمان دار آدمی ہے۔ اچھا
گورنمنٹ دیتے ہے۔“

”یقہنہ تو قباحت ہے۔ میں نے اسی کو ہمارا کرنا چاہا تھا۔
مگر وہ خبیث آزادہ نہیں ہوا۔ آپ ایسا کچھے ایک رپورٹ لکھر
اوپر پہنچا ہے کہ گورنمنٹ خراب آ رہا ہے۔ بھوند و قصائی سے
جاوزہ کاٹ رہا ہے۔ احجازت نہ ہو تو اسی اور بہتر قصائی سے
معاملہ کیا جاتے۔ ہم دد چادر رخواستیں طلباء کی طرف سے
بھی پہنچاویں گے۔ ساقہ ہی بھی کرنا کہ مولانا شریعت الحق کی دعوت
کروں یا۔ یہ کام اُنھی کے اختیار کا ہے کھانے ہی کے دروان درا
ڈھنگ سے عرض کرنا کہ بھوند و قصائی کی جگہ نامقصائی سے م Hull
کی اجازت دی جائے۔ وہ ہمیشہ عمدہ جائز کا ٹھاکر ہے۔ تو
بھوند میں بھی سچا ہے۔ بس بھاد کچھ معمولی سازیادہ لگاتا ہے
سرد ڈی سے زیادہ خرچ کر کے رسول اللہ کے ہباؤں کو اچھا لاش
کھلتے کوئی جائے تو وہ حضور کو دھائیں دیں گے اور ان دُپسیوں
کی سرزی بیس نکل جائے گی کہ جب کھانا اچھا ہے گا تو ساریاں کم
پیدا ہوں گی اور مدرسہ خو طلباء کے ددا علاج میں ہرف کرتا ہے
اسیں خایاں کی آجائے گی۔“

اس کیم پر مدد اُنہیں شابت ہبیں ہوا تھا۔ جس دن
بھوند و قصائی کی تبدیلی طے پائی اس روز نامقصائی
مشی عین الحق کی بیٹھاں میں دیکھا گیا۔ وہ وعدے کے مطابق چپاں
روپے نذر کرنے لایا تھا۔ نوٹ گن کر مخفی صاحب ہے فرمایا۔

”معاٹے کی نوعیت تو ہمگی ہے ناچھی طرح۔“
”جی مولوی جی بالکل سمجھ گیا۔ آپ بے نکر نہیں۔“

”کیا سمجھ گیا ایک دفعہ ہے۔“

”یہ سمجھ لیا سرکار کے مدرب سے سے تو بھومند کے بھاؤ سے ایک
آذنی سیز زیادہ لیا جایا کرے گا۔ مگر آپ ہمیں بھومند والے بھاؤ
سے ایک آذنی سیز کم رہیں گے۔ اس طرح دو آنے فی سیز آپ کا
کمیشن ہو گا۔“

”اے میں اکمل اخوتی سب جیب میں رکھ لو گا۔
اس جیسی کمی کا حصہ ہے۔“

”یہ بھی بھاؤ تو آپ جانیں مولوی جی۔ میری توبہ
وہی ایک عرض ہے دھیان میں رکھنے گا۔“

”کیا؟“

”آپ بھول گئے سرکار! اب جی دھی۔ بات یہ ہے اس
بھاؤ میں اچھے ڈگر و مشکل ہی سے۔۔۔۔۔“
”اہا ہمیں یاد آگیا۔ ابے کوئی تھہست کہتا، کہاں پر
سے لا کر جاؤ رکاٹنا۔ میں ذر اس کا دھیان رہے کہ رسول اللہ
کے ہباؤں کی مفراداً رہت کھلادینا۔“

”تو ہر تو بھی مولوی جی ایسا بھلا ہو سکتا ہے۔ میں یہ ہمک
ڈنگر ہے کہ بھار کی بھی طرح کے آتے ہیں۔“

”ٹھیک ہے زیادہ منطق مت بھاگر۔ یہ کان ٹھوکر میں
کرات باہر نہیں جانی چاہئے ورنہ چار آٹکچہنڈیوں کا تیرا
پتھر کٹ جائے گا۔“

”ہبیں مولوی جی میں اپنی روزی ہر لاث کیوں لے رکھنگا؟“
اس کاروباری میں رفت کے نتیجے میں لفظ تو مولوی
اطعام الحق اور میش عین الحق دلفون کو برابری کا ہونا چاہئے
تھا۔ یعنی ایک آذنی سیز لیکن میش عین الحق نہ یہ سوچا۔
دماغ تو میرا کام کر رہا ہے اور تالہ سے معاملات بھی میں نہی
کئے ہیں اس لئے از روئے انصاف میں ہی اہل ایزار زیادہ حصہ
ہوں۔ پس مولوی الطاعم کو انھوں نے یہ بتایا کہ بھاؤ نامٹے
سے بھی درپر دہ وہی طے ہو اسے جو بھومند سے خالیں اکٹا
نی سیز وہ ہم لوگوں کے کمیشن کا لحاظ کر کے مدد سے زیادہ
دھوں کر لیا کرے گا۔ اس ایک آنے میں دو چیزیں آپکے دو
ہمارے۔ مولوی الطاعم نے تصور ہی تصور میں حساب پھیلایا۔

اے بھی منکار کر دو۔ روزہ بھی دیں گے۔ مگر تم ان پر نفع نہیں دے سکے“
”بالکل نہیں سرکار آپ جیسا حکم دیں ویسا ہی بچا گھا۔“
عید فریب آئی تو سوڈنگر بھائیجے بادشاہ کے بھی آپکے
مگر وہ نامٹے ہی کی خوبی میں تھے۔ خاصھ سے پڑے تھے۔ اگر
وقت کے مقامی بیٹھ سے بچدی ہے جاتے تو پایا گی روپے فی اس
لغع تو ہو ہی جاتا گزشتہ عین الحق کا ذہن رسائیں لو رکھتا۔
انھی دلوں بہت العلم کے خاص خاص ہادیات کو ام کی انھوں نے
دھوت کی اور تقویٰ باؤ رودبے کے ماکولات و مخدوات ان کے
پیٹ میں آتار دیتے۔ پھر طبعے اد بے عرض بیڑ بھوئے۔

”کیا بیتاوں حضرت اس مرتبہ بڑی مشکل میں پھنس گی
ہوں۔ وہ میرا بھائیجے نذر الحق۔ وہ بے دوقت قربانی کے سوتا
جاوے خرید لایا ہے۔ اس کا خیال تھا کہ ادھراً خرچ دے گا
یکیں علاوہ جو دشواریاں ایک ایک کی الگ الگ فروخت میں
ہوں گی ان کا مسئلہ تصور تک نہ تھا۔ اب خود بھی پریشان ہے
اور مجھے بھی پریشانی میں ٹال رکھلتے۔ حضرت الگ کوئی مضائقہ
نہ سمجھیں تو ان جا نوروں کو قیمت خرید ہی پر درست کو دیدیا جائے
جاوے بہت اچھے ہیں اس سے درست کو بھی کافیت ہو گی اور میں
بھی بھوٹوں کا کہ سربری کر دیں چھوٹی۔“

”ہاں ہاں بھی کیا خرچ ہے۔“ پڑے حضرت نے فرمایا۔
ایک چھوٹے حضرت مانگ اڑا کیے۔

”نا غلام صاحب۔ یہ کیا خروردی ہے کہ آپ کی طرح آپ کے
بھائیجے سلسلہ بھی خرچ ہی کے مادی ہوں۔ جانوروں کے میں اور
بیک تو ہوتے نہیں ہیں! ہوتے ہوں تو ان کے اصلی اور لفظی کے
فرق کوئی اور آپ کیا بھوٹ سکتے ہیں۔“

مشی عین الحق نے فرداً ایک بڑا ساستگرہ مفترض صاحب
کی طرف پڑھایا۔
”کھلانے ہے نامولا نا! آپ تو تکلفت کر رہے ہیں۔“ پھر انھوں
نے بھائیجے کو بلایا۔

”برخوردار۔ وہ سامنے کا اس پر قرآن رکھا ہے۔ اے
ہاتھ میں لیکر قسم کھاؤ کر درست کو تمام جاواز قیمت خرید ہی پر دے گئے
”مگر ماہوں جان پیاس روپے تو انھیں لانے میں خرچ

تو بطبیعت خوش ہو گئی۔ روزانہ تقریباً تین میں گوشت کا خوش
تھا۔ دو بیسے نی سیر کے حساب سے لمیش کے چار روپے جھوڑتے
رہے۔ الحمد للہ علی ذلک۔ ان کا چہرہ بھل اٹھا۔ مگر مشی
عین الحق پڑتے ظرف کے آدمی تھے وہ چھپتے فی سیر کی
بچت پر بھی زیادہ سرو نہیں ہوتے۔ دل کا حال اللہ جانتے
ظاہر ہیں ان کے پھر سے کی بردباری بچھا ایسی ہی بھی جیسے
کہہ رہے ہوں:-

”اماں اپیسے ایسے نفع تو اپنے ناخون میں پڑے ہیں۔“

اور وادھی ان کا یہ ارشاد غلط نہیں تھا۔

عین الحق کے موقع پر بیت العلم میں بچاں سماٹھے
کم تر یا سیاں نہیں ہوتے۔ بعض طلباء بھی فرضیہ ادا کرتے
ہیں اور باہر کے لئے ہی لوگ اپنی اپنی قربانیوں کا انقدر وہی
بیت العلم کو بھیجتے ہیں۔

ایسی مسامعی جیسا یہ سلسلی عین الحق ایک شجاعتی نظریات
پر مبنی ہو چکے تھے۔ ذہانت ان کی از بیکاری تعارف کی
محاجہ نہیں۔ عید انصھی کی تشریفات میں فی راس درود پے تو
ہر صورت ہیں ان کے تھے۔ لیکن ایک بار ان کی ذہانت نے
اس سلسلے میں کمال ہی کر دھایا۔ عین الحق کی آمد ادھری انھوں
نے اپنے بھائیجے سے کہا جو ادھری کے زیر پر درش تھا۔

”برخوردار اس سرتبر سو پیاس ڈال گر جھی خرید لاؤ۔ دنبا
میں بچھ کر کے کھانا بھی میکرے۔“

”آپ جیسا حکم دیں، مگر تو نگر تو شاید چھا بے آتے ہیں۔“

”وہ آسمان سے بھی آتے ہوں، مگر میں نے تھا راستے
اب کی ایک بخوبی سمجھی ہے۔“

پھر انھوں نے نائلے قصائی کو لیوا یا اور یہ اطمینان کیا
کہ بعد کہ سوائے بھائیجے بادشاہ کے آس پاس کوئی نہیں ہے
نشرمایا۔

”ریکھو میاں۔ اب کی سوڈنگر میں بھی چاہتیں۔ یہ میرا
بھائیجے پر دوپے کیا چاہتا ہے۔“

”خورد سرکار۔ جتنے ڈال گر کہیے انھیں دیدوں گا۔“

”یوں نہیں۔ تم اپنے لئے جہاں سے منکارتے ہو وہیں سے
جاتے ہیں۔“

”مگر ماہوں جان آپنے تو فتح کھاتی ہے۔ اور بھٹی بھی آپ نے حلف اٹھانے کا مشورہ دیا تھا۔“

”بھٹی تو کہتا ہوں بھیجا استعمال کرنا سکھو۔ قسم بھی اپنی جگہ رہے گی اور اشتارہ اللہ اسی سودے میں تھارے لئے دالاں کی حصت پر کرو۔ بھٹی بن جائے گا۔ وہ بڑے ذمہنی اور جیسیں نہ لازم تھے۔ بھٹی بادشاہ کو خیال ہوا کہ معلوم ہوتا ہے ماموں جان نے انگوٹھا موڑ کر قسم کھاتی ہے۔ انگوٹھا موڑ کر قسم کھانے کا فلسفہ آج تک اس کی تکاہ میں مضم کھرتے ہیں کے سوا پچھز تھا۔ مگر آج وہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ غلطی پر تھا۔“

”مگر میں نے تو ماموں جان بھی تسبیح الزیان سے خود یہ آئی ہے کہ انگوٹھا موڑ کر کھاتی ہوئی قسم بھی قسم ہی ہوتی ہے۔“
”ایسے پاگل ہوا ہے“ ماموں بھٹکے ”یہ انگوٹھا کا ذکر کہاں آپ کا۔“

قصہ کرتا ہے عین الصدقی سرپر آئی بھٹی۔ اب سو کے سو ٹنگریت العلم کو جانے تھے۔ عین الحق نے بھٹی بادشاہ کو ساتھیا اور راستے پر ہزار قسم کے نکات سمجھاتے ہوئے نائے تصانی کے ہمراں پہنچی ہی زریں نکات ایسے ہی میں بہاٹھے کہ بھٹی بادشاہ کا جھرہ فرط مسترد سے بھل اٹھا۔ ایک بڑے سے گھیر میں ڈکریوں کا جنم غیر تھامشی جی کے حکم پر نامٹے نے ان کے سو ڈنگرا ایک طرف کر دیتے۔ ایشیتی جی نے بھٹی بادشاہ سے کہا:-
”یہ ڈنگر تھامی ملکیت ہیں۔ میں انھیں خریدنا چاہتا ہوں لیوں لیکتے ہیں دو گے۔“

بھٹی بادشاہ نے راستے میں پڑھتے ہوئے سین کی طابن پوری قیمت خرید پر صرف سورہ دی کا اضافہ کر کے دام باتکے۔ ماموں بدلنے جیتے تو وہ کی گذھی تکالی اور بھٹی بادشاہ کو دام گن دیتے۔ ان کے چھرے پر بڑی دلکش ملکر اہمٹ تھی۔ کہنے لگے۔ ”دیکھو برخوردار! الگرچھ تھارا یہ سودا درسے کے ساتھ نہیں ہو لیتے پھر بھی معاملہ قسم کے دائرے سے باہر نہیں گیا۔ اب یہ ڈنگر ہمارے ہوئے۔“

بھٹی بادشاہ نے سر تسلیم کی۔ ”چھر چھکے۔“
”اچھا ماموں جان ہزار روپے تھے اور قرض دیجیے۔“

ہمچلے ہیں۔ بھٹی بھٹی نے حفظ کیا ہوا سبق دہرا۔

”ہاں بھٹی“ ایک اور حضرت سب سب نرم دلی اپنی کے گھیا ہرست ”خرچ تو ضرور پورے ہوں گے اور سچاں روپے نفع کے بھی لگا لو تو اتنے جانوروں پر نفع بھاٹہ ہو گا۔“

”جی ہاں بات معمول ہے۔“ بڑے حضرت نے کہا ”میساں تمام صاحب آپ کا نقصان ہیں پسند نہیں ہے۔ غالباً ایسا نہیں تو ایک جانور پر چار پارچ روپے نفع لے لیتے ہوں گے۔“
”اجی حضرت چار پارچ تو گری پڑی حالت ہیں لیتے ہیں۔ عموماً اس پسند رہے کم نہیں لیتے۔“

حاضرین میں بعض ایسے بھی تھے جو اس موضوع پر خاص بحث کر سکتے تھے، مگر نہ کہا کہ آنکھ ملانا آسان نہیں ہوتا۔ پھر ابھی تو فیرتی اور شاہی ڈکریوں کا ذائقہ بھی ڈکاریوں میں بسا ہوا تھا۔ سلسلے رکھے ہوئے ازواج و اقسام کے چل بقول منشی خیر الدین آنکھ مار رہے تھے۔

”حضرت جی جیسا حکم فرمائیں“ منشی جن الحق نے بھٹی بادشاہ کے انداز میں فرمایا ”اگر قیمت خرید پر خرچ اور نفع ملا کر سورہ دی کا اخراج حضور کی نگاہ میں بیجا نہیں ہے تو خدا کی قسم اسے ایک پیغمبیری زیادہ لینا اندر الحق کے لئے حرام ہے۔“

مغل برخاست ہیں۔ بھٹی بادشاہ ڈکریوں تھے۔ دیسے تو سب کچھ پہلے سے ٹھہرے پر ولارم کے مطابق ہی ہوا تھا۔ مگر اب تک ان پر یہ نکتہ ملطيغ ملکشف نہیں کیا گیا تھا کہ فقط سورہ دی کے نفع کیا پار بسا تھے کا جب کہ دعوت ہی پر سے کم خرچ نہیں ہوئے تھے۔

”ماموں جان ایک ڈنگر ہو پیر فی دراں کے نفع سے تو دیسے بھی سب ڈنگر یک جاتے۔“

”تم بچے جو برخوردار۔ خدا نے عقل بدی سے تو اس سے سلام لینا سکھو۔ اگر اس سودے میں ہزار بھی تر بچے تو ماموں ہیں ہی ہے کہ اتنا جھٹنگا باندھا۔“

بھٹی بادشاہ کی آنکھیں مارے استھان کے تالاں گئیں۔ تھا اس طرح ٹھکلارہ گیا کہ ایک سکھی بھی جلتی ہیں کوڈھی۔ حق ہو کر پانی پیا پھر منانے۔

وہ جھیں کوئی نہیں جانتا اس کتاب میں بہت سے

اشعار جمع کئے گئے ہیں۔ جھیں شہرت حاصل نہیں ہے، لیکن ان کی شاعر از صلاحیتیں خاصی بخوبی ہوئی ہیں۔ ہر شاعر کا تعارف بھی ساتھ ساتھ ہے۔ جوچکتا ہے۔ قیمت چار روپے۔

وجدد سعی [از] شیخ الاسلام را مامام این تیمیٹھے

کام بجانا تو ای عرض وغیرہ کے بازے میں بے نظیر گفتگو۔ پیش لفظ دیر تھی کا ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔ **تعزیۃ علماء اسلام** ایک تھنیریکین مفید و فتح کتاب تعزیۃ کی نظر میں صرف چھ آنے

ہندی سکھانے والی ماہرانہ کرتے ابین

ہندی اور دوسرے ۳۰ شنی پیسے

اور دو ہندی ماسٹر ۵۰ " سانٹھ تین روپے

ہندی اور دو لندت سانٹھ تین روپے

اوڑو ہندی لنت سانٹھ تین روپے

ہندی دفتری مراسلات دو روپے

شعب احادیث رسول کا مصید ترجمہ دو روپے

بزم پیغمبر تشریح۔ قیمت سوار و پیسے

جو اہر رسالت [تمدن قدم پر کام آئے] احادیث مع

ترجمہ و تشریح۔ قیمت سوار و پیسے

دیہ دونوں کتابیں ایک ساتھ طلب کرنے پر بجائے ڈھائی کے سو روپے

مصر کے شہرہ آفاق مصنف محمد حسین ہیکل کی

دو بے نظیر کتابیں

ابوبکر - خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ کی حیات مبارک

کا ہم گیر جامع اور بخوبی مطالعہ۔ قیمت پانچ روپے۔

عمر فاروق اعظم - خلیفہ ثانی امیر المؤمنینؓ

حضرت عمر فاروقؓ کی فضل امبوسط اور سیر حامل سوانح حیات۔

مسلم یونیورسٹی اور جارحانہ فرقہ پرستی

ہندوستانی مسلمانوں کے نزدیک پھر اور جان و مال پر جو

یوں ہیں ان کا سصرانہ جائزہ اور جائز لگوں کے فردودات یہ

لقد تصریحہ۔ قیمت ڈھائی روپے۔

ضادات جبل پور اوس اس کے بعد

مال اراضی کی قبریں دفن ہرجا تائی ہے لیکن اس سبق حاصل کرنا

بھی ممکن ہے کہ وہ حلاظتے کی ریخ پر زندہ رہے۔ یہ کتاب اسی

امکان کو پامندر رکھنے کی ایک توشیح سمجھہ اور فکر انگیز گذشتہ

ہے۔ قیمت دو روپے۔

مکتبہ سچلی

(یوبنڈاریوپی)

فارسی تعلیم کا ایک عمدہ نصیب

جس کے ذریعے آپ تعلیم کے بھی خوبی اپنے پر کو فارسی سکھالاسکے تپر

اصول فارسی مکمل ہر دو حصہ سوار و پیسے

معین فارسی ۲۴۰ پیسے

دروس فارسی ۵۰ پیسے

لصاخ فارسی ۶۲ پیسے

ترجمان فارسی ایک روپیہ

(مکمل نصیب کی تحریکی قیمت تین روپے باشٹھنے پیے)

بچوں اور کم قابلیت کے بڑوں کیلئے تین کتابوں کا روح نواز سست

ان بیسے ہر کتاب عالم ہم بھی ہے اور مستند بھی۔

مقبول عام ہونیکے باعث کی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔

رسول عربی ایک روپیہ بارہ شنی پیسے

خلافت راشدہ حصہ اول ایک روپیہ

خلافت راشدہ حصہ دوم ایک روپیہ

تینوں کی تحریکی قیمت تین روپے

اس معاملہ میں کوئی تصدیق کرنی پڑے تو تم ایمانداری کے ساتھ
قسم کھاکر بیان دے سکتے ہو کہ میان نذرالحق کی قیمت خریدیے ہے۔“

عید کے دن ماموں نے بھائیجے کو دوڑ پے عیدی ہی
تو بھائیجے بادشاہ تنک کر پولے:-
”مئے ماموں جان بس یہ دوڑ پے۔ کم سے کم دس تو
دیجئے۔“

”نہیں برخوردار! فضول خرچی بہت بُری شے ہے۔
اللہ تعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے
کہ انِ الْمُهْتَدِيْرِینَ مِنْ أَخْوَانِ الشَّيَاطِيْنَ۔ فضول خرچی
کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں۔“

بھائیجے بادشاہ قرآن کے مقابلے میں کیا پوتے گزر گروں
کے مقابلے میں ٹھٹک سی بھی تک ان کے دماغ میں قسمی دبے
دبے کہنے لگے:-

”روپے تو درس سے ٹھنڈی کل کل مل گئے ماموں جان مگر
کچھ ایسا لگتا ہے جیسے... جیسے...“
”کیا کیتے ہو۔“ ماموں کرچے ”معاملے میں کوئی تباہت
رہی۔ آزاد ہر طبقو۔“

ماموں نے بھائیجے کو پاس بھایا رکھے میں ان دو زوں کے
سو اس وقت کوئی نہیں تھا۔

”دیکھو عزیزم! اعقل اور نیت اسی لئے دی ہے کہ اس سے
بیش از بیش کام لیا جائے۔ تم خود کو ناقام ہی معاملہ شریعت
کے عین دائرے میں اختیام کو پہنچا ہے۔ ایک ایک جرائم کا
سلسلہ ہے۔ تباہی کا میری قسم کا مطلب اس کے سوا بھی کچھ تھا
کشم درس سے قیمت خرید پر سو سے زیادہ نہیں لوگے۔“

”جی ہاں یہ تو تھا۔“

”پھر کس مسئلے کی درست تھا اسے یہ چیز ناجائز ہوئی
ہے کہ درس سے کی جائے تم اپنا مال کسی اور کے ہاتھ پر۔ آخر یہ قسم
نہیں کھائی گئی تھی کہ درس سے کے سوا ڈنگر کسی کو فریخت نہیں کئے
جائیں گے۔“

”جی ہاں یہ تو نہیں کھائی تھی۔“

ضرورت ہے۔“ ”کوئی مصائب نہیں۔“ شفیق ماموں نے جیسے سوسو
کے دش نوٹ اور نکال کر جلدی بادشاہ کو کھڑا ائے۔ یہ بھی
معاملہ شریعت ہی کے دائرے میں تھا۔ آخر کون مخفی اسیں
کھڑے ڈال سکتا ہے کہ ایک معادلت مندرجہ مخالف ایسے دراصل
ماموں سے ہزار روپے فرضیے۔ ناتاقھا کی گھیر کے دور
افتادہ گئے میں بیٹھا ٹھہر ملک رہا۔ یقین اسے بھی تھا
کہ ماموں بھائیجے میں یہ حمل پاشی کی تجارت کوئی بھرے ہیں
رکھتی ہے مگر ابھی تک تہہ کو نہیں پہنچ سکا تھا۔ یکاںکھے بھائیجے
بادشاہ نے کہا:-

”ماموں جان یہ جو ڈنگروں نے آپ کو کیجیے ہیں انھیں میں
اب آپ کے خریدنا چاہتا ہوں۔ فراہمیتے کتنے میں دیں گے۔“
ماموں جان نے فی ڈنگر دس روپے ٹھہر کر مجموعی قیمت
میں ایک ہزار اضافہ کر دی۔ بھائیجے بادشاہ نے فرض لئے
ہوتے ایک ہزار کو ان دو ٹوں میں ملا یا جو ماموں جان کے ڈنگروں
کی قیمت کے طور پر وصول کئے تھے اور کل کے کل آگے ٹھہر
دیتے۔ ماموں جان نے انھیں اندر کی جیب میں رکھا اور گویا
ہوئے۔

”اب تم اپنے ڈنگر درس سے کوئی بھی ادا۔ نظاہر میں تھماری
قیمت خریدیا ب یہ ہے جو تم نے ہیں ادا کی ہے۔ اس پر صرف
شوروپی زائدیت کا تھیں درس سے اختصار ہے۔“
ناتے کی ٹھوپڑی میں پھل پھری سی جھوٹ گئی۔ اس نے
اپنے ہیں آگر حق کا ایسا ٹھوپٹ جھرا کر پانی حلن میں اتر گیا۔
ٹھوپٹ کرتے ہوئے وہ ماموں بھائیجے کے قریب آیا اور ٹھری عقیدت
سے کہنے لگا:-

”قسم رب کی مولوی جی۔ آپ استادوں کے استاد
ہیں۔ ابھی دالیاڑ کیب نکالی ہے۔“
نشی جی نے جیسے دس کا ایک نوٹ نکال کر ناتے کی
طرف پڑھایا۔

”یہ تھماری بھائی کے پیسے ہیں۔ معاملہ تھارے سامنے
ہوا ہے اگر اتفاق سے ایسی ضرورت پیش آ جائے کہ تھیں بھی

کو کچھ روت خروج کرنے دیتا۔
بھائی بخاں شاہ کو ماہوں جان کی اس اچانک دریادی پر
ایسا ہی محسوس ہوا جیسے ان کا سفید دار ہی والا پُر نور ہو رہا اور
بھی زیادہ پُر نور ہو گیا ہو جیسا کہ حق ہے پُر نور ہونے کا۔

بھروسی میں اپنی نے بہت العلم کے اعجان واکا بر کو روی طبع
اس پڑھنے کر دیا تھا کہ ہر سال ہی عصیت کی قربانیوں کے نے
حالوں کا انتظام خود ہی برادر است پنجابے کیا کریں گے اور جو
بچھو خرچ آئے کا اس پر کوئی نفع نہیں میں مجھے تقویٰ کی حد تھے کہ
انھوں وہ پچاس بھی جو بھل بار نفع کے لئے گئے تھے یہ لکھ کر درسے
کو لوٹا دیئے تھے۔

”میرا خیر گوارا ہیں کرتا عزیز یعنی اکی مبارک تقریبیں
چنانچہ خدمت مجھ ناپاک سے بہت العلم طال اللہ تعالیٰ کی بن آئی
اس پر میرا کوئی غریز فریب ایک پیغمبر نفع کا لے۔ اللہ تعالیٰ
ہم سب کو اور پوری قوم کو بہت العلم کی خدمت کی توفیق عطا
فراتے۔ الشامل اللہ ہر سال نہایت اچھے جائز برادر است منڈی
کے بالفایت قیتوں پر جیتا کے جلتے رہیں گے۔ و بالذالت نیق
دہرا المستغان۔“ (لارنڈہ صحیح بالق)

عمر بن العاص رض [اس مجاہی رسول ناخ صدر تواریخ میں]
اور بلند پایہ میر کی دامتین حیات حسخود
اللہ کے رسول نے مدد بر اسلام کے خطاب کے نوازا۔ یہ دنچب
اثر انگیز اور مستند۔ قیمت مجدد دردیے۔

اشرف الجواب [اسلام پر کئے جانیوں اے نوع بر نوع اعزما
علی کی زبان سے۔ شاً خدا غیر زبان کے کیسے کلام کرتا ہے جنت
دندخ کیسے اور کیوں ہیں؟ کیا خدا کافر کی مغفرت پر فقاد نہیں؟
وغیرہ ذلک۔ ایک روپیہ۔

ایک جماہی عالم کے ایمان اور فرمودات کی
حسن لقین [معجمیں پر شکر اور دو میں۔ اسلامی افتخار و
عفاند کی دلپڑ بر حکما نہ فہیم ارشد۔ محدث سوار و بیہ

مکتبہ بھلی دیوبند (لوپی)

”پھر؟ اس میں کیا بت خلاف شرع ہوئی کہ تم نے اتنا دو
دوسرے اتحاد بھیتے اور اس پر شریعت کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے
کہ دوبارہ جب تم نے بھیتے خریدے تو ہم نے ان پر ہزار روپے
نفع لکھا لیا۔ آخریں نے تو یہی تمہاری حقیقی ناکہ میرا جماہی نے مال
پر مرد سے سے کو روپے سے زیادہ نفع نہیں لے گا۔ یہ تو ہماری حقیقی
حقیقی کو خدیں بھی اپنی حکومت اشتیاء کو کیا کہ ہاتھ فرد خدت کرتے
ہرے خلاں بشرخ سے نفع لوں گا۔ جب مال تم سے میں نے خرید
یا ترجمجھے اختیار ہو گیا کہ جتنی میں چاہیے اسے بھجو۔ تم نے دام
روپے میں نے ہزار روپے سے نفع لکھا کہ بتا دیئے۔ تم نے انھیں
منظور کر کے رقم بھیگی دی۔ اب ظاہر ہے تھماری قیمت خرید
تو وہی ہری جو تم نے بھیتے ادا کی۔ اس پر اگر توڑو پے زائد تم نے
درست سے لے لئے تو قسم پر کیا آج آئی؟ ۹ سوچنے کی عادت
ڈالو۔ قصوں کی وہم بازیوں میں رہے تو عمر بھر فیرست پھر فرگے۔
بھائی بخاں شاہ کو شرح صدر ہو گیا۔ میکھی میں جو چاہیں
کی جھوڑ ہی حقیقی وہ ماہوں جان کی بسو طب شرح سے الی گا تب
ہری جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ اب وہ محنت بھری خدا
کے ساختہ ماہوں کی طرف بھکے اور ان کی سفید دار اڑھی کی توکے
میکھیتے ہوتے کہنے لگے۔

”ذورو پے قبیت کم ہیں ماہوں جان۔ ہم تو آج شاہ ہارڈ پر
جائیں گے۔ دلیل کاٹک ہی ایک طرف کا ایک روپیہ ہوتا ہے۔
”کیوں دہال کیوں جاؤ گے؟“

”دہان لالیں میں میں رہا ہے بہت مشہور اسلامی کھلیل ہے۔
قسم قرآن کی ماہوں تباہے اس میں حج شریف کی قلم بھی دکھلے
ہیں۔“

”ابے قلم دیکھا بڑی باہت ہے۔“
”ہیں ماہوں جان۔ بھیارہ مالین بھی تو ہمارے ساتھ
جائیں گے وہ تو بڑے مولانا صاحب رکے اڑکے ہیں۔“
”ہیں۔ وہ بھی جا رہے ہیں۔ اچھا اچھا تو تم بھی پیدا۔“
مشتی جی کی آنکھوں میں چمک اُبھری۔ انھوں نے جیسے
دس دس کے دو قوش نکال کر بھل بھی بخاں شاہ کو دینے۔
”کویر رکھو۔ دیکھو سارا خروج ہی مٹھا نا۔ میان مزالین

کھڑے کھوڑے

اور کوران عقیدت کے دائرے سے باہر نکل کر براہ راست فرقہ و مذہب کو پاٹھ لگا رہا ہے اور اتنے ہم درست سے دست برداری دینے پر آمادہ ہیں بلکہ اسے ٹھیک اسی لمحے میں "مودودی" کا خطاب دے ڈالا جس لمحے میں بر بلوی ہیں "دہائی" کہتے ہیں۔ الگزیر تبصرہ کتاب کے فاضل میلف قرآنہ پرستے تو ہم ضرور اخیس تو جہ دلتے کہ جو شکایت بر بلویوں سے آجناہ کوئی ٹھیک دھی شکایت آپ سے جماعت اسلامی کو بھی ہے۔ فقردوں کو سیاق و سیاق سے اکھڑ کر فتوے جڑنے اور عبارتوں کے من ملنے مرف، یہم کا لئے کا جو ٹھیکہ بھیل اور پاپ بدععت ملائے دیوبن کے خلاف طبلت ہیں بالکل ایسا ہی بھیل آپ کے حلقة مقدس میں بھی جماعت اسلامی اور مولانا ابوالا علی مودودی کے خلاف ٹھیکہ بھیل ایسا ہی بھیل یہ نسبت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ کدیوبن پر اس کو "دہائی" قرار دینا کسی طرح درست نہیں۔ وہ دہائی تو کیا ہوتے وہ تو خود رہنمیت کو جمالت و زندگتے بچھتے ہیں۔ اس کوشش کو قیمتا ہم کامیاب قرار دیتے اگر میلف اس کا بھی کوئی علمی و تاریخی ثبوت ہو تو اس کو جلتے کہ اب عنہ الہاب کی طرف جو ایسی عقائد و اعمال کی نسبت انہوں نے کی ہے وہ امر واقعہ ہیں۔ کہیں ایسا توہین کہ جس طرح دیوبنی علماء کی تحریر و تقریر سے غلط طور پر اس کا سعد طالب نکال کر بر بلوی حضرات نے انہیں پر لے سرے کا بدحیرہ اور باطل پرست قرار دیا، بلکہ بعض نے تو کافری ٹھہرایا اسی طرح ابن الہاب کے مانند بھی اسی نوع کی زیادتی کی تھی ہو اور ان کے قول عمل کا جو خالک ٹھہرایا ہے

• مؤلف: مولانا محمد طبع الحق
• ناشر: ابن المؤلف خانہ

• مکتبہ ضیار العلم - دیوبند

• صفحات: ۲۵۰ قیمت بارہ روپیہ

• "دہائی" کا خطاب بر بلوی حضرات نے اصلًا تو اپنی حدیث کے لئے وضع فرمایا تھا لیکن پھر علماء

دیوبن بھی اس لئے اس لفڑی کے لئے کوہاٹ عقائد داعمال سے تفرق نہیں ہو سکے تھے جیسیں بر بلوی بزرگوں کے

سوق ایجاد نے سامنی ادازیں اخراج کیا تھا اور اب تو یہ بڑھتے بڑھتے اسی طرح کوئی شخص بھی مقدم عقل کی روشنی میں بلوی

اعمال و عقائد پر کلام کرے اور بدععت و خلافت پر کیوں احتساب کا نتکب پر اس سے جان چھڑانے کا آسان سامنہ ساختا ہے کہ

میرا سامنہ بنا کر "دہائی" کی بھیتی کس دی جائے۔

شایر بالا لفاظ کا یہ سخن نیا نہیں بہت پرانا ہے۔

بیٹھ بھی یہ ہوتا آیا ہے کہ دسرے اور تیسرے درجے کے

توگوں نے جسے چاہا ایک بُرا سالقب دے ڈالا اور آج بھی تقریباً پہنچنے نہیں یہ چلتا ہوا حریر بہت عالمی ہے

خمل ہندہ سنان مسلمان الگانہ اور کی جانے والی یا کیوں کا تذکرہ کر کے فربادا حجاج کریں تو اس کا کچھ خیج بالاشیش

علج بھی رہ گیا ہے کہ انہیں فرقہ پرست علیحدگی پسند اور پاکستانی تزارے دیا جائے۔

دیوبنیوں جا چکے خود دیوبنی اور بلوی ہنزیریں بھی تباہ بالا لفاظ کا یہ چلن خاصاً ہم ہو گیا ہے۔

جہاں کسی غریب شہر کو دیکھا کر وہ خیر شر و ط نیازمنی

آپ کا نبیر خریداری آپ کے پتہ کی چیز پر جیشہ درج ہوتا ہے اسے نوٹ فرمائیں اور خط میں بھیتہ اس کا حوالہ دیں۔

وہ طبع زاد ہے۔

علمائے دیوبند کے ایک ممتاز ترین عالم اور مفتخار مولانا رشید احمد گنگوہی نے ایک سالانہ کتاب میں لکھا تھا کہ محمد بن عبد اللہ اپنے صفت خاص کا مظاہرہ یہ بھی ہے کہ استاد محترم علمبر الرحمۃ نے اپنی کتاب "الشہاب الثاقب" میں وہ جس کا خلاصہ زیرِ نصرہ کتابت ہے، اسی جملہ کا بخوبی کہے یا اسکے میں جس طبق میں یا سکوت کے بجائے انتہائی سورج عنی، غیظ و غضب اور تحفظیہ و غلیظیکی روشن اختیار فرمائی۔

حالانکہ ایسا قابل اعتماد تاریخی موجود نہیں ہے جس سے یہ ضمانت مل سکے کہ وہ اقیٰ اہل عرب ایسا کو احوال و عقائد دیکھ سکتے ہیں ان سے مسحوب کر کے سب دشمن کی رواہ نکالی جاتی ہے بلکہ ڈھونڈنے والے کو ایسا بہت صامود املا سکتا ہے جس سے اس قاسم کے لئے رواہ نکلتی ہے کہ ابن عبد الوہاب کو تقدیر ابد نہ کیا گیا ہے۔ وہ ایک صحیح تھے، اور ہو سکتا ہے پر عات و مذکرات کے شیوع نے ان میں کچھ شدید قسم کا رد عمل پیدا کر دیا ہے مگر رد عمل ایسا قبیح نہیں ہے کہ ان کے حق میں بد کلامی کا جواز نکل سکے۔ شدت ابن تیمیہ اور ابن حوزی جیسے اکابرین کے ہمراں بھی پائی جاتی ہے۔ یہ عیوب الیہر حالت میں عیوب ہی ہے تو پھر اُن لوگوں کو برسری مجنہنا چاہئے جو ابن تیمیہ جیسے درجبل کو اسی طرح حبست اور بد باطن وغیرہ کہتے ہیں جس طرح زیرِ تبصرہ کتاب کے مؤلف نے "الشہاب الثاقب" کے اتباع میں ابن عبد الوہاب کو کہا ہے۔ الحمد لله رب العالمین

بادشان العصبات الجاہلیۃ
ہمارا خیال یہ ہے کسی ممتاز مذکورہ شخصت کے باعث میں حسن نظر یا سکوت آخرت کے نقطہ نظر سے ایک بخاط طرز عمل ہے، لیکن سورج نظر اور کافر بہت خطرناک ہے، لیون کا اگر آخرت میں یہ ثابت ہو گیا کہ اس شخصت پر اقتدار کیا گیا تھا تو سورج نظر کا مظاہرہ کرنے والوں کو جو ابد ہی کرنی پڑے گی۔

مؤلف نے ایک مقام پر اول مباحثہ اللہ کو ذری کی ناقابل اعتماد روایت کو مسلمات کے سیان میں

کہ ایسا جواب مولانا گنگوہی نے غلط اطلاعات کی مسامیرہ دیا ہے بعدیں مٹا دے دیوبند کو اس کے خلاف اطلاعات میں تو انہوں نے این عین الیہر کی تفسیر و تجیل کی۔

یاتِ اذنی ہے لیکن جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ یہی اطلاع غلط اور دوسری صفحج تھی اس وقت تک یہ نہ معلوم ہی رہتا ہے۔ خود بصرہ نگار کی نظر سے دونوں طرح کا مواد دگر ابھرائے ہو جی چو ابن عبد الوہاب کے خلاف تصاویر و بھی جوان کے حق میں تھا۔ پسچاہی بات ہے غیر جانبدارانہ تھیڈ کے اعتبار سے یہی قسم کا موادیے جاندار جسوس ہوا۔ مولانا مسعود عالم ندوی کی متفقہ کتاب "ابن عبد الوہاب" کے نام سے بازار میں موجود ہے اسے پڑھنے اور بھراؤ تصاویر کو دیکھنے میں ہیں تاریخی تھیڈ کو ہبڑی طرح خروج کیا گیا ہے۔ انکہ آپ کا دنیا نعمتیں تھیں اور فتنہ روایات دو رکھتے ہیں تو اشارہ اللہ اسی تیجھی پہنچیں گے کہ یہ تاریخی تھیڈ کی عیسیٰ و نکم کی تھی نہیں تو کم سے کم سکوت کی ضرورت تھی ہے تفسیر و تذمیل تو ہر حال مدل : ۱: حیاط اسکے مطابق نہیں۔

ہمارے محترم استاد حضرت مولانا حسین احمد بنی جاشیؒ علیہ السلام رشک زہ و تقوی کے سرماںیدار تھے اللہ ان کی قبر کو نورست بھروسے ہم جیسے بیاہ کار قوان کی خاک پا کا بھی زندہ نہیں رکھتے، مگریں احسن اغا القیعن کی جیلانی صفت ہی ہے کہ اپنی مخلوق میں اس نئے صرف انبیاء علیہم السلام کو معیار حق بتایا اور دوسرے تمام انسانوں میں سہو دیں،

بیان فسرمایا ہوتا تو ہم اسے اسرار طریقت میں شمار کر کے ہو نہ بندی رکھتے تیکن حدیث کو مستدل بنایا گیا ہے تو ہم یہ سمجھنے کی جرأت ضرور کریں گے کہ استدلال کی یہ قسم حیرت ناک ہے اُنگے حدادِ ادب۔

اس کتاب میں ہوا شی بھی ہیں۔ محنتی ماشاء اللہ ذکر اور ہونہار ہیں جگہ جگہ بڑے تباہ ہوتے ہائی دیتے ہیں۔ سکری و عقب ذات اللہ کی ہے۔ وہ اذرا و تقیہ شاہ عبد القادر جیلی فی "کو" خود اعظم رضی اللہ عنہ لکھ گئے ہیں۔ ہماری نگاہ میں کلم و تمجید کی یہ زبان اُسی کا رکھ کر سے تخلق رکھتی ہے جس نے پر بلوی ذہن کا ساتھ بتایا ہے۔ نہایتی اسے کہ رہنمی الشاعر کا مقرر ترین فقرہ اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم ہی سک ساختہ خاصی دیتے تو پھرستہ گر "خود اعظم رکھ طالب و خوار" پر خود خور کرنا چاہیے۔ یہ الفاظ ایسے ہیں کہ پیدا بعت و علم کے اس دور نامسعودی میں ان کا استعمال اختیاط سے ہونا چاہیے۔

صفحہ ۲۵ کے مانیشی میں ایک فقرہ تفسیر کر کے جو اسے دیا گیا ہے۔ ضرورت حقی کو ٹھیک ٹھیک مقام کا بھی حوالہ دیا جائے۔ صفحہ ۲۶ پر طریق المسوک و پر بھی حاشیے کی ضرورت حقی اس کے لئے یہم تاریخ میں پلے کچھ نہیں ٹھیک ہے۔

حائل بصرہ یہ ہے کہ اگر غفارانہ دایمی وہی ہوں جو اس کتاب میں بیان ہرستے ہیں اور ابن عبد البراب لیسے ہی بزرے آدمی ہوں جیسے صفت نہ متعارف کرائے تو لقیناً یہ کتاب اپنے موضع و مدلعہ کے اثبات میں خاصی کامیابی ہے۔ واثق تعالیٰ اعلم۔ سریشنا غفرن لکھا تو خو ایسا اُن ہوئی سبقتوں ایسا لکھنا و لا تجعل فی قلوبہنَا علّا تلذیح امْتُوا رَبِّنَا اَنْتَ سَرُّ وَ فِي رَحْمَةِ هُنَّ

وَهُنَّ مِنْ كُوئی نہیں جانتا ۴۰ مرنے د۔ شاعر خوشگلو
• شائع گردہ ہے۔ ماری بلڈ پور، دیوبند۔ مختفات۔ ۲۲۷

سپرد قلم کیا ہے۔ وہ زندہ ہوتے قوم عرض کرتے کہ جن روایات کا متن متناہیات کی نوع کا ہو وہ جیسک مضمبوط ہی اسناد ہے مردی نہ ہوں ان کی توجیہ و تاویل کے چکر میں نہ پڑتا چاہیے۔ یہ روایت ضعف کی اُن حدود کو پہنچی ہوئی ہے جن کے ڈاٹے کے لذت دفعہ سے ملتے ہیں۔ تکریز دربرین روایتوں کو کسی خیال و رائے کی بیانات بنا لیا ہی وہ اساسی تکریز ہی ہے جو ایجاد بدعت اور دفت برپا کرنے والے مہارت کا دردازہ گھولتی ہے۔

صفحہ ۲۵ یہی روایت مذکور ہے کہ امام الجہنہؒ نے کعبہ میں ایک رات ایک پیر کو ٹھوڑے ہو کر پورا نہ سہ آن پڑھا۔

لیکن اُول توبہ دانہ امام صاحبزادے کی مستند ترکہ شکار نے شامل ترکہ نہیں کیا۔ دوسرا سے امام موصوت کا جمیع اُن کی صحیحی تیزی اور اذکار و اشارے سے سامنے آتا ہے وہ اس مبتدا عانہ طریق سے جوڑ نہیں کھاتا یہ طریق رہبائی ریاضتوں کے خاندان سے ہے اور اسی میں عبادت یا کلم کے عرض بازیگری کے تصور تھا کہ ہیں۔ روایتوں کو روایت دوڑا بیت کے مقابلہ میانہ سے ناپیغی قبول کر لینا ہی تو وہ یہ احتیاطی ہے خیز سے لامحل نکتہ سخیوں اور سب تہہ نیازمند یوں کے سوتے کھوٹتے ہیں۔

شیخ طریقت رشدؒ کامل حضرت حاجی امداد اللہ قدس اللہ ترہ العزیز کی "امداد اسلوک" سے دہ عہاد بھی اس کتاب میں نقل کی گئی ہے جس میں منکشف ہوتا ہے کہ شیطان جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں نہیں آ سکتا اسی طرح شیعہ شریعت پیر کی شکل میں بھی نہیں آ سکتا۔

ہم اپنی بھروسی کا اعتراف ہے کہ تقطیم حدیث کے دوران ہمیں سبی اسناد نے یہ نکتہ نہیں بتایا۔ اگر حضرت حاجی صاحبزادے کو تکریز حدیث سے استدلال کئے بغیر

یہ الگ سوال ہے کاروباری اختوار سے بہر حال ان ناموں کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

صاحب ابری صاحب کے "سیری سٹو" کے عنوان سے دو صفحے کا پیش لفظ بھی سپر فلم کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کتاب کی ترتیب یعنی کسی پر بیٹھ کر نہیں ہو گئی بلکہ میر لطف کی خاصی تگ و دد بھی کرنی پڑی ہے۔

اصل کتاب حکومت ہند کے ایک مقدمہ فرجناب حافظ محمد ابراہیم کے تعارف ایڈ نوور کلام سے مدرس و ع ہوتی ہے۔ نمونے میں صرف دُشتر ہیں مگر جاندار اور بچے ہوتے۔ میر لطف کے قلم کی حسن کاری کا اندازہ کرنے کے لئے اس تعارف کے چند فقرے دیکھئے:-

"رات کو گیارہ بجے تک مجلسِ نگم رہتی ہے۔

۱۲ بجے کے بعد فائی دریکھتے ہیں اور دو بجے تک ن

بھر کا ہام ختم کر کے لیٹتے ہیں تین بجے تک مطالعہ

جاری رہتا ہے مدد کتاب نہ ہو تو ہندو ہمیں ملکی

یہ ان کے داخلی حسن نظر کی علامت ہے۔"

"داخلی حسن نظر" کا کیا جاتے ہے معمولات کے بیانیں اگر صابری صاحب یہ بھی بتادیتے تو قارئین کی معلومات میں اضافہ ہوتا کہ تم بچے تک مطالعہ کے بعد حافظ ہے، اُن تھیں کے بچے ہیں!

دوسرے اندر شہود دیش بھگت جاپ سپور نازدِ رحی کا ہے ان کے "تعارف نامے" سے ہماری ایک علاط فہمی دُور ہو گئی ہم آج تک پہنچتے تھے لے سپور نازدِ رحی اُن حضرات میں سے پیش چھوٹوں نے اُردو سے بہت فائدہ اٹھایا، لیکن اب انکا خاص نام کا ذمی مزاج اس زبان کو زندہ و پامنہ دریکھنے کا پل بھر کو بھی روا دار ہیقچا لکھا بری صاحب نے انکشافت فرمایا:-

"وہ کیچے ہندی دوست ہیں، لیکن ان دونوں نہیں"

اس کے بعد صابری صاحب نے ان کی اس بھی کے ترخ سے بھی پورہ اٹھایا کہ اُردو کو:-

"ماجلی کی ناس ز کاری اور خدا اور دوستوں کی

غلظ اپنے رحمائیت کی برو لوت دو بھی تک اس کا

گھنالی چھیانی کا غدر پسندیدہ۔ قیمتِ مجلہ چارو روپے۔ شعروں سخن سے مس رکھنے والوں میں شاید ہی کوئی شخص ہو گا جو اُنڈا شہرت رکھنے والے شاعر جاپ لے اور صابری خدا اللہ عاصم کے نام آمی سے واقع نہ ہو۔ آپ نے پور گوشاعوہیں اور فی البدیرہ کہنے میں بھی ملکہ رکھتے ہیں گلے میں لوچ آواز میں سوزار پہنچ میں ترنسکے ہے۔ پڑھتے ہیں تو ساعین وجد میں آجاتی ہیں۔ ترجم کے علاوہ ان کی تھی صفت بھی کچھ اس طرح کی ہے کہ ایک بار دیکھ کر کوئی ایکھیں مسلک ہی سے بھلا سکتے ہے۔ پہلے دینہ ہی رہتے تھے اب دہلی قیامِ فراہمیں۔ ان کی نشرابت تک ہماری نظر سے نہیں گزری تھی مگر پیش نظرکن بننے اس سعادت سے بھی نواز دیا۔ ان کی نشریں بڑی دلکشی اور ردائی ہے۔ ہر فقرہ ان کی شوخی طبع اور عجیبتیں بن کی جھلکیاں رکھتا ہے۔

پیش نظر کتاب میں انہوں نے یونے دسویں تریب الیہ شعراء کو متعارف کرایا ہے جو یا تو باللہ ہی گنام ہیں اب بہت محمد دشہر رکھتے ہیں۔ مختصر تعارف کے ساتھ ان کے کلام کا نمونہ بھی دیا گیا ہے۔ نمونوں کے اختباب سے جناب صابری صادر کی حسن مذاق کا ثبوت ملتا ہے۔ لا ریب کر کے کتاب پیش فوج کی ایک بچپن چیز ہے جس کے طالع سے ادبی حلقوں کو لطف اندر ہونا چاہلے۔

مگر انداشت ہے کہ محترم صابری صاحب کو کہیں میر کا بنت نہ ہو کر تخلیٰ کے تفصیل پسند تبصرہ نکارنے سے پری کتاب پرین قصیل اور انہیں کیا۔ اس ملکن شکایت کے ڈر سے پچھے اور کہنا بھی عقاصلہ احتیاط معلوم ہوتا ہے۔

مشروع میں صفوی و صفوی متعدد مشاہیر کے وہ فرمودات دینے لگتے ہیں جنہیں اس کتاب پر تقریباً کی جیشیت حاصل ہے۔ سجاد نہیں "مولانا ابوالکلام"، مولانا احمد سعید، مکرم ادیادی، حافظ محمد ابراهیم، زاگر حسین، اکن شیر حسن نزدی، سپور نازد، اجیت پر شاد جیں، مورہن لال گھوٹم، روسن صدیقی اور شرکت ھناؤی۔ یہ مسب جانے بھی نہیں حضرات ہیں۔ ان کی آراء سنے اس کتاب کی لظری خیزیت کو فائدہ اٹھایا جائے یا نظر

اصحیح کی خایمیاں کہیں کہیں بڑی و تکمیل ہیں۔ مثلاً۔
”علم کی افراط نے طلبِ زر سے مستغفی کو ریا تھا“ میں
حال کا کہیے مستغفی ہو گا۔ البتہ ”افراط“ کتابت
کی فاطمی نہیں الفاظ کا ایسا پر لطف استعمال صابری صحت
کی شریں بہت ہے ان کی شاعرانہ جو میں اس سے بالاتر
ہیں کہ وہ ہر ہر نقطے کے موردن حمل استعمال کی غیر شاعرانہ
لکھ کا دی ہیں پڑیں۔

”بوجتان کی ادین فضاؤں میں آج کل چھا
ہوئے ہیں۔“ (ص ۱۹)

کتابت میں ”پر“ کا ”ہیں“ بن گیا۔ صحیح زبان
فضاؤں پر چھانا ہے۔

ہماری دعا ہے کہ یہ کتاب مقبول ہواد صابری بکٹ پر
کھلے چھوٹے جس کے ناظم خود ترکے جوان سال صاحبزادہ ہر
اٹھی کسی کتاب کی اشاعت کے وقت وہ ذرا قیمت کے
توارن پر توجہ دیں تو اچھا ہو گا۔ دام لعینا اللہ المبلغ۔

● تأثیف۔ جناب
فارغ مصر

سلیمان اللہ صدقہ یونیورسٹی

حضرت عمر و بن العاص ● شائعہ کردہ:-
ملکنہ اسلامی ادب۔ بنارس
صفحات ۱۵۲۔ کتابت تحدہ۔ طیاعت علماء پر کھکھ
ناغز سفید۔ قیمت مجلد سوا در دیے۔

تذیر و سیاست کی تاریخ اسلام کے ان تین جملہ القدر
درود کو کبھی نہیں بھول سکتی جنہیں خوبی قسمت سے دنیا کے
سب سے بُرے انسان اور سلسلتی فکر و نظر کے سب سے بُرے
محبط سردار کو منیں صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیت کا خسرا مصل
ہو رہا۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان۔ حضرت عمر و بن العاص
حضرت عقیلہ بن شعبہ۔ فتوح اللہ علیہم جمعیں۔

لیکن یہ بھی زمانے کی ستم طبقی ہی کہیں کہ اداشوروں کے
فکر و تذریکے اختلاف اور قرآنیتی اسی کی راہ میں انتہی مسلم
دہ اختلافات دیوار میں کر جائیں ہوتے چلے گئے جنکا بیج خلا دشمنوں

حقیقی قائم نہیں دلوں مکے۔ ص ۲۷

کاشش صابری صاحب اس کتاب کی تالیف و
ترتیب میں اپنے سیاسی مزاج اور قومی طرز فکر کو در اندازہ
ہونے دیتے۔ اول تو یہی بات لکھ کر پیدا کرنے والی ہے کہ
ترتیب میں ارباب کرسی کی تقدیم کا اہتمام کیا گیا حالانکہ
 موضوع کے لعلت سے ترتیب کا دار کرسی کے عرض شاعرانہ
صلحیتیوں کے نام سب پر ہونا چاہئے تھا۔ اس مجموعے میں
بعض لکھاں اور بے ما ری شعراء کا ایسا نیوز کلام موجود ہے،
جس پر ارباب عزہ جاہ کے پورے پورے دیوان پھسادر
کے جا سکتے ہیں۔

دوسرے ہے بات مناسب نہیں عملی ہوئی کلیلہ دیر
قسم کے شاعر کے تعارف میں نفس موضوع سے ہٹک رہے
گوئے بھی ابھار دیتے جائیں جو ایک آفت زدہ اقلیت کے
کلکتے ہوئے زخموں پر نمک کی بوجھا رہیں جائیں کبھی نہ لکھ فقر
بات ہے کہ فوڈ ٹلہمیوں ہی کو اپنی تباہیوں کا دامد اقتدار
دینے کا جو شیطان خریب حکومت و پیاست کے میدان میں
استعمال کیا جا رہا ہے اسے تائید و تصویر کے سیاق میں پیش
کر دیا گیا ہے۔ ہمیں صابری صاحب کی نیت پر شک نہیں
مگر فلم کو دہ شعروادب ہی کہ اکثرے میں پالسٹر رکھتے تو
بہتر پوتا۔ حیرت ہے سیپور ناندھی کے کلام سے جو تم شعر طور
نمودہ دیتے گئے ہیں ان میں ایک فالی سے آزاد ہے۔ اتنی
دُبھی سیاٹ اور پچھلے ہیں تعجب ہے اور وہ فارسی پر کافی
عبور رکھنے والے سیپور ناندھی نے یہ صرف کیسے کہ دیا۔
دیش سیوا کے لئے جینا مراد آرزو
”مراد آرزو“ کوئی بات نہیں ہوتی۔

یہ بتاتا تو ہم بھول ہی گئے مگر بالکل شروع میں جناب
مُؤلف کی تصویر یہی ہے۔ یہ تصویر شعریت، الصوف، شوخی
اور قلندر اندر و بست کا بڑا خوش گوارہ امراض ہے نہیں
اسی کے لئے چاروں پر خرچ کر دیتے جائیں تو سید احمد گنجائی
ویسے بازار کی شرح سے چاروں پر قیمت اس کتاب کی
زیادہ ہے دھماکی سے زیادہ کا موقف نہیں تھا۔

ایک ہے؟

اس سے بڑھ کر ابن العاص کی داشتمندی اور تدبیر کوں شہادہ کی ضرورت ہے۔ ہمیں بڑی خوشی ہوئی کہ جناب سلام اللہ صدیقی نے بلند پایہ کتب تاریخ و میرے ہر قیامتیان کے ساتھ اس صحابی حیل کی داستان حیات کے بھیبھی ہوئے اور اُن سعیتیں ہیں اور عامہ فہم یعنی ملکیں و شکنخت اندراز میں فائغ مفسر کا تذکرہ پیدا کیم کر دیا ہے۔ کچھ حواسے تو وہ حوالشی بر بھی دیتے گئے ہیں۔ لیکن اختیام پراخنوں نے صفحہ اور سطر کے الترمذ سے حوالوں کا گوشوارہ دیکھ کر اپ کی تقدیر و تفہیت کافی بڑھادی ہے۔ عوام بہت کم حضرت عمر بن العاص کے حالات سے واثق ہیں، انھیں اس کتاب سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیا ہوئی ہے ایس ان افراد میوں کے ساتھ ہوتا، دیکھیں گی یہ اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزاۓ خیر در دے۔

پیشوورہ ہم مؤلف کو ہر در دیں گے کہ تھیں زبان و اشہ کے معاملہ ہیں ذرائع ارادہ احتیاط ہوتے کہ مادت ڈالنی چاہیجی فالحال ان کو اشام میں جھوول اور خامیاں کافی ہیں۔

”فَنَفِرَتْنَسْتَ أَبْكَى حُصَنَّ الْجَهَادِ كَقَدْرِ حُكْمِ بُوْمَا“^{۵۹}

عبارت یوں ہوئی چاہئے تھی
”فَنَفِرَتْنَسْتَ أَبْكَى حُصَنَّ الْجَهَادِ كَقَدْرِ حُكْمِ بُوْمَا“

”فَنَفِرَتْنَسْتَ أَبْكَى حُصَنَّ الْجَهَادِ كَقَدْرِ حُكْمِ بُوْمَا“
”فَنَفِرَتْنَسْتَ أَبْكَى حُصَنَّ الْجَهَادِ كَقَدْرِ حُكْمِ بُوْمَا“
”حُبِّ الْأَنْتَارِكِيِّ حَدَّ كَرْكَيِّ“

درست تھیں، یا تو کہتے ”جب استکار کی حد تیوگی“ یا کہتے ”جب استکار حد سے لگنگیا“

صفحہ ۴ پر:- ”عقل کا جو ہر وہ شے ہے جس کی کوئی تھمت نہیں“
بے قیمت ہونا تو تھیف کے ہے آتا ہے۔ یہاں قیمت کی بڑی ”مول“ کا فقط سوز دیا ہوتا۔ اس سے زیادہ فضاحت یوں کہنے میں تھی۔

”عقل کا جو ہر انمول ہے۔“

صفحہ ۴ پر:- ”یہ بیشیل فخار حست عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس

کے بعد کی پہنچا مر جیز تاریخ کے بغایا خطا در پیغمبر نعموس امارہ کی زمین میں مشیطان اس حق کو ایک ایسا اتنا در درخت بہتا چلا گیا ابواج بھی کسی لوز سے برگ کی طرح اپنی جٹاں نیں پھیلائے ڈر اؤتے انداز میں لکھ رہا ہے۔

پیش نظر اس باب اسی نیتوں میں سے ایک ممتاز مادر تر کی داستان حیات ہے جسے تاریخ نے ”فاتح مصر“ کے شاندار تھیقی، سے نوازرا ہے۔ اس کا مہارک نام بے عنوان بن العاص اُن کا امتیاز نہ کروہ دلوں نبڑوں کا جنمائنا تھا۔ پیسیاں اس نیں تدریج اور عسکری تہواروں توں کا جنمائنا تھا۔ اسی سیاست کی انتہیاں سماجیتے دلت ذہبیں رہا کے سماجہ میدان جہاد میں پہاڑ کی طرز بھروسے دلت ذہبیں رہا کے سماجہ میدان جہاد میں رکھنے والے بازوں کی رکھتے تھے۔ یہ حکیم و مدرس بھی تھے اور مجاہد و سالار بھی۔ یہ دو جگہا کذا صلاحیتیں کہ لوگوں میں جس ہوتی ہیں۔

ایک ششگز نے تھیک ہی کھا ہے

”عمر بن العاص۔ سوچ کی جھان میں، دنیا کے کارناوں کا مطالعہ کرنے سے پرست جہاں میں کردہ پورے عالم اسلام میں تھر رحیشت کے مالک تھے۔ ماؤں نے اسیے پچھے کم جنے ہیں جس عسرہ بن العاص کی سی صلاحیتیں اور خاصیتیں پائی جائیں ہوں.....“

پھر ان صلاحیتوں کے علاوہ ان کے بنیادی سکر کی بلندی بھی دیکھو۔ حضرت سعاد بیٹے نے بھاجا سب سے زیادہ کی کون ہے؟ فاتح مصر جواب دیتے ہیں

”وَبِبُوْلِيِّ دِنِيَا اپنے دین کی بہتری میں صرف کرنے“
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی مردم شناسی اپنا جواب نہیں رکھتی۔ ان کا ایک طرز عمل عسرہ بن العاص کے تکریر، قوت تکریر بالغ نظری کی ترجیحی خوب خوب کرتا ہے وہ جب کسی ضعیف الرائے، کم سمجھہ اور بے بصیرت اُدی کو دیکھتے تو حیرت سے کہا کرتے۔

”بِاللَّهِِ بِحِبْبِهِ۔ اس کا اور عسرہ بن العاص کا خالق

صفر سال اپنے۔ حضرت عمر دین العاص کے ہمراوں.....
”تمام اقوال“ کہنا تھا یا پھر ”ہر قوی“ متن سبب ہوتا۔
وہی صفحہ پر یہ ”ان اقوال کو بزرگان دینے پڑے
اہمام کے ساتھ ایک کتابوں میں نقل کئے ہیں۔
”لئن کیا ہے“ لکھتا چاہے تھا، یا پھر ”ان اقوال“ کی جگہ
”بر، تو ان“ لکھتے۔

صفحہ ۱۵۲ پر۔ ”رسانے اور مٹاٹانے سے افادہ حاصل
کیا گیا ہے۔“
”افادہ حاصل کرنا“ بیجا تکلف ہے۔ ”استفادہ“ اور
ہوتا۔

زبان کے ایسے جھوول طبائع کو بہت بخوبی پڑتے۔
انہیں دور کر دیا جائے تو جناب سلام اللہ صدیقی کی تحریر میں
دلکشی اور رواتی کی ہیں۔ اتنا وہ اور بحاظِ رکھیں کہ اس طرح
کے وقایت نہ کروں میں کسی بھی جگہ وہ استائیں نہیں آنا چاہے
جو گھبیا کارکنی نادل لکھنے والوں سے بخوبی ہے۔ پہلیہ اسکے
دیکھ دہ آگے کوئی مشاہیر اسلام کے تذکرے پر و تکمیل کرنے کا
مبارک خیال رکھتے ہیں۔

حاصل تبصرہ یہ کہ زبان و ادب کی جزوی خامیوں سے
قطع نظریہ کتاب، زیری تقدیر قیمت کی حاصل اور ایک صحابی
بعین کے وجہ انگلیز کارناموں کی روایت پر دریافت ادازہ کیے ہوں اللہ
صلی۔ یہ دسی تشریفیں قابلِ تقدیر ادا نہ کیا ہے۔ اس کی
لطیوحہ قیمت ہمیں کچھ زیارہ علوم ہوتی تھی لہذا امکن تجھی کی طرف
ت اس کا اعلان ”دور دیپے“ کرایا گیا ہے۔ ارباب توفیق
کو فخر و ملاعنة کرنا چاہئے۔

رسولِ کرم کی سیاسی زندگی

مشہور عققِ داکٹر حیدر اللہ کی اعرکتہ الاراثاتِ عین ہو اپنے عنوان
پر بھی ”صحیح گئی ہے۔“ بیان ایڈریشن۔ سقید کاغذ، علوہ علماء و علمیات
اور نقشبندیہ ایڈریشن کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ جلدی پر ٹکنی ڈسٹ کور۔
قیمت آنکھ رکھ پے۔ مکتبہ تجھی دیوبیند (دیوبن)

وصیت کا جو آپ نے پاشندہ ان مصروف متعلق ”بڑایا تھا“
”بڑائی تھی“ ہونا چاہئے تھا۔
”اس کے قبل کو بتی صحابہ نے لے کر بنایا تھا“ صفت
تبلہ بنانا چہیں بلکہ ”درست کرنا“ یا ”معفس رکرنا“ بولا
جانا ہے۔

”جس نے صب سے پہلے اورت مسلم کا شیرازہ بندی بھیری“
یہ تو آموزوں کا ساققرہ ہے۔ کہنا یہ لے چاہے تھا جسے
صب سے پہلے اورت مسلم کا شیرازہ بھیرا۔
”اور حضرت علی فضاح میں تسانی برست رہے ہیں“ صفت
تسانی چیز، ”تسانی“ الحکایتیہ۔

”این و پھر“ (ص ۱۱۳) ایسی تراکم۔ غلط ہیں۔ اس طرح
کے لفظوں میں عطف ”اور“ کے ساتھ ہونا چاہئے۔
”و اقداری کی قاطط پیرانی اور اضافہ سرائی تتفقہ علیہ
ہے۔“ صفت

”متفق علیہ“ درست ہوگا۔
”.... اور آپ سے ساتھیوں کی تلقیں لازم آتی ہے۔“
یہ شاید کتابت کی غلطی ہے اور ”تحقیص“ میں سے کھاگلی۔
”تو پھر عصرت صحابہ کی آبرو نسبت کر رہ جائے گی۔“
”عصرت صحابہ کی آبرو“ کی ماتحت ہوئی۔
”خوش نصیب ہیں وہ نقوس قدسمیہ۔“ صفت
”خوش نصیب“ کا محل تھا۔ خوش نصیب کے ساتھ ہیں
”ہم ہیں۔“

”یاد رکھو دینا ناز دال اور خدا کی جگہ ہے۔“
”زوں میں“ لا“ کا اضافہ ضرور کتاب ہی کا کشمکش ہو گا، لیکن
صحیح ہیں اس کا تلفرانداز ہو جانا افسوس نتاک ہے۔

”رات کو حیب دینا دا لے خواب عشرت میں مسرت خرام
ہوتے۔“ صفت

”عشت“ کو مسرت تو پھر کتاب نے بنایا تھا۔ ”عشت خرام“
کا بھی بھل نہیں ہے۔ ”عشرت“ کا بھت تھا۔
کہنا بول چاہئے تھا

”جب دینا دا لے خواب راحت میں مسنٹ ہوتے۔“

روغن اسید دماغ

روغن اسید دماغ کو محبولی اشتھاری نہیں۔ قیمتی جو ہی بیوں اور
معنیر اہزادہ کا مرگی ہے جو رہا تھی توہن اور ہالوں کے لئے ٹانک کی جائیداد
رکھتا ہے۔ دامنی ترے کو دور کرتا ہے، سے خوبی رفع کر سے سطھی نیند ملاتا
ہے۔ دماغی محنت کرنے والوں کے لئے خاص تجھے ہے۔ قیمت فیشنی ایک روپیہ پیسے۔ ڈاکخ سرفاڈ نہ روپیہ۔

ہلال فارمی دیپینڈ جوپی

نشاط افروز: نازہ چھوٹوں کے رس۔
چھوٹوں کے طیف جو ہر اور درود سے
صحت بخش اجزا سے تیار کیا گیا ہے۔
نشاط افراد کا ایک گھونٹ پتے ہی پیاس۔
تکان اور گرمی کی بیش اور لوگی تکلیف میں سکون
حاصل ہوتا ہے۔
نشاط افسر و مفرجت اور تازگی بخشت ہے۔

دو اخانہ طبیبیہ کاج سیسلم لومینوسی علیگڑھ



شربت

نشاط افروز

گرمی کا
بہمن
محضہ

آ، آ، چڑیا!

دانا کھا

پانی پی...!



پنجی اپنی ناک آواز میں گاربی ہے اور اب ہر در کے نوہاں کا
ایک بچپن پیش کے احمدہ دیوارہ کیلیں لگ جائے گی، وہ ایک
محضہ منداور طاقت دیکھی ہے۔

نوہاں گراچ پیرپ: وانت نکلنے کی تکلیف، ایعنی ایجاد
بچپن احمدستون کو فوٹا اڑاں بخپاتا ہے۔

نوہاں بے بنی ٹانک: وناہوں سے بناہوا ہترن ٹانک ہے۔
بچوں کو طاقت دیتا ہے اور بیماریوں سے بچاتا ہے۔

نوہاں

کے استعمال سے بچے تشدید اور خوش ذخیرہ ہے



نہاں
دہلی کا نہاں پلٹ

نیسل اور ایکارنا فرو رکھ رکھا ہیں

(مکتبہ نجفی) (بیو بست داری) (بیو بی)

اس فہرست میں بہت سی کتابیں ایسی ہیں جو عام طور پر نہیں ملتیں۔ جلد فاتحہ انجام آئے۔

گذارش

آرڈر دینے کے ساتھ پڑا توں کا الجاز ضرور لیکے۔

فرانش کے ساتھ کم کم چھٹائی رقم ضرور ادا کیا جائے۔
اپنا پتہ صاف لکھیے۔

اپناریوے ایشیون ہمیں لکھیے تاکہ زدن زیادہ ہو تو اکیں بیس دلے۔ نہیں جائیں۔ ذکر اسے سیخ زیادہ ہوتا ہے۔
ذکر یاریں خرچ خدیدار ہی کے ذمے ہو گا۔

ہو ملکا ہے جس وفت آپ کی مظلوم دوسروی کتابیں بھی جائیں یا نہیں؟
کی صورت میں آپ کی مظلوم دوسروی کتابیں بھی جائیں یا نہیں؟

آرڈر دے کر وی بی دلپس کرنا تابو نہیں بھی حرم ہے اور اللہ کے نزدیک بھی گناہ ہے۔

پارس دھول کرنے کے بعد اگر کوئی بھی شکایت ہیں اسے لغظہ اور بدآہی مت کریں۔ اطلاع دینے پر مکمل تعلیٰ انشا ایش
ہر جائز شکایت کی تلافی ضرور کرے گا۔

یخو مکتبہ نجفی (بیو بی)

تاریخ اسلام کا مل

اُن۔ مولانا عبدالحسان خاں نجفی، آنکھ دی

تاریخ اردو میں کوئی نہیں۔ روشن کتابت و طباعت۔ سقیدہ بخاری۔ حسین گروپ۔ تین جلدیں۔ الگ الگ تحریر۔

قیمت چھتیس روپیے

ازالۃ الخفاء

امام وقت حضرت شاہ ولی اللہؐ کی وہ تصنیف ہے جس نے سصر و جماں شام و عسراً قیم تک کے جلیل انقدر علماء سے خارج گئیں محاصل کیا۔ دین کے ایم ترین موضوعات پر لا جواب تحقیقی مواد تاریخ فلسفہ، تصوف، فقہ، اصول اور دیگر تنوں مشتمل کیا ہیں بھائی تھیڈن۔ ترجمہ شستہ عربی میں ساختہ ہے۔

لکھائی چیپائی روشن۔ دو جلدیں میں الگ الگ جلد
بکتل۔
تمہست بیش رو پے

حجۃ الشد البالغہ

یہ شاہ ولی اللہؐ کی وہ تصنیف ہے جس نے سصر و جماں شام و عسراً قیم تک کے جلیل انقدر علماء سے خارج گئیں محاصل کیا۔ دین کے ایم ترین موضوعات پر لا جواب تحقیقی مواد تاریخ فلسفہ، تصوف، فقہ، اصول اور دیگر تنوں مشتمل کیا ہیں بھائی تھیڈن۔ ترجمہ شستہ عربی میں ساختہ ہے۔
دو جلدیں میں مکمل۔ جلد
تمہست بیش رو پے

البرا کمک

مصنفہ مولانا عبد الرزاق کاظمی بربری عالم اسلام کے نامور و زردار خالد بربری، بھی رکن، اور جعفر بربری کی کون تھے انہوں نے عہدہ عباسیہ میں کیا کیا کاربائے سایاں انجام دیے۔ ان داشتہ اور مدحہ ترین کے عروج و زوال کی حریرت الگزیرہ عترت انگریستان۔

تمہست مکمل جلد بیش رو پے

ریاض الصالحین مترجم اردو و معنی

سو ہم ایکت قرآن اور آٹھ احادیث بنوی صلیم کا

بیش بہاذ خیرہ

رام محبی الدین ایں ذکر رکنی بن شرف الندوی شتوی شاہزادہ
لے اس بے نظر کتاب کو بڑی تحقیق و جستجو کے ساتھ مرتب
نشر رکھا ہے۔ ایمان افروز قابل مطالعہ جو عربی

ترجمہ و فوائد۔ مولانا عبدالرحمن صدیقی کا نہ صلوی
تمہست مکمل جلد بیش رو ہے

الادب المفرد مترجم اردو و معنی

دنیا کے اسلام کے سب سے بڑے حدث امام بخاریؐ کی جگہ کوہہ ان احادیث بنوی صلی اللہ علیہ وسلم و آثار صحابہ کا انمول ذخیرہ، جو تکمیل شخصی اخلاقی خاندانی تعلقات، انسانی حقوق، معاشرے اور قویٰ زرائع سے متعلق ہیں اس علمی کتاب میں روزہ روزہ زندگی کے وہ نزدیک اصول درج ہیں، جو ہر انسان کیلئے سرسریہ بہادیت ہیں قیمت بخلہ بالدو و وکی نوٹ ہے۔ یہی کتاب بغیری کے صرف اورہ ترجمہ کتاب زندگی کے نام سے آٹھ روپے کی ل سکتی ہے۔

ہمیزینہ حقیقت نما

مصنفہ۔ مورخ اسلام مولانا اکبر شاہ خاں تجیب آبادی
حمد اور مغربی مورخین گذشتہ دو سو سال سے ہندوستان
پر نسل ناٹھیں کے حالات کو تعصب کے زبرہیں بچھے بوسے تکم
لے کر کر پیش کر رہے تھے اور مسلمان حکمرانوں کی ساری خوبیاں
خوبیاں پوکر کر رہے تھیں۔ ایسے میں مورخ اسلام نے محققانہ علم اطہاریا
اور علم از امامات کا مدلل اور دلنوں نہیں جو اب تاریخ کی روشنی میں بکھا
جو "آئینہ حقیقت نمائے کے نام کیش کیا۔ یہ کتاب حریرت الگزیرہ کی
محلوات کا خزاد ہے۔ تمہست مکمل جلدیا بارہ رو پے

موطأ امام محمد بن جسم اردو (معجمی)

ایک ہزار سے زائد
احادیث بنوی کا قدم تین میلے نظر مجموع
جسے حضرت امام اکاٹھ نے پنج بح کرد و میں ہزار احادیث بنوی
کے ذخیرہ سے انتخاب نہر مکر سب سے پہلے علم اسلام
کو عطا نہریا۔

بِوَائِبٍ .. حضرت امام محمد
ترجمہ فوائد .. خواجہ عبد الوہید
قیمت مکمل مجلد آنحضرت روپے

تاریخ عالم

جس میں آدم سے یکھوڑ کوئی نک انبیاء کے عادت من تاریخ
پیش اش وفات اور مکمل تاریخ اسلام و دیگر اقوام عالم کی تاریخ
کے علاوہ دنیا کے مشہور مالک اور یا ستون کی تاریخ اور
آن کے جغرافیائی حالات بھی آگئے ہیں۔

اثر مولوی سعیم بخش صاحب
قیمت مکمل مجلد چار روپے پہنچانے پر

مقالات احسان

بعنی

مشہور طرق تفوق، طریق غزالی، طریق اشغال مطلق
 بصیرت افزوز مقالات تیز شوی معنوی اور فتوحات نکتی
کے بعض مقالات کی تشریح۔

ائز

حضرت مولانا سید مناظر حسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ
قیمت مکمل مجلد سات روپے

مسند امام اعظم ابوحنیفہ مترجم ادویہ حرب

۵۲۳ محدث بنوی کا میسان فروز اور بیتل خزانہ
جسے فضیلی کے باقی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نے
مرتب فرمائی علم اسلام پر احسان عظیم نہریا ہے

ترجمہ و فوائد

مولانا سعد حسن

قیمت کامل مجلد آنحضرت روپے

سفینۃ الاولیاء

ڈراماشکوہ کی مشہور مستند کتاب سفینۃ الاولیاء کا ملیح
و بالحاورہ اردو ترجمہ جس میں آنحضرت میرا مسلمین مجدد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم و خلفائے راشدین و امام اعظم ابوحنیفہ، امام
احمد بن حنبل، امام ابویوسف، امام مالک بن انس امام شافعی
و ائمۃ عشری وزوج مطہرات، اسلام کی مشہور رذیغاتیں
اور اولیاء کرام کے جامع حالات از تاریخ و لادت تاریخ و فاتح
مستدی خداوں کے میح کیا گیا ہے۔ قیمت مجلد چار روپے پہنچانے پر

تدوین حدیث

جس میں حدیث کی شرعی حقیقت، حدیث کی دینی اہمیت
و ضرورت، اس کی تدوین و حفاظت، اور اس کے معاویہ و توثیق
کے متعلق جملہ بحث پرہیات تحقیقی و تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے
بیزان شکوک و شبہات کا نہایت طہیان بخش جواب دیا گیا
ہے جن کی وجہ سے بعض لوگ صحیت حدیث کا انکار کرنے لگتے
ہیں۔

ائز: مولانا سید مناظر حسن گیلانی تدوین سلطان

قیمت مکمل مجلد سات روپے

دنیا کے شہر آفاق مصنف محمد حسین جیکل

کی چند بلند پایہ کتابیں اردو لباس میں

حیاتِ محمد میں | سیرہ برائیک ملکیم سیر جمال اور بسوٹن کی۔ فارغیگز اور منفرد۔ قیمت مجلد چھ میلیں روپے۔

ابو بکر صدیق البترا | تحریک پنج بیویت صنعت ہیئت و مذہب کا نکارگیر بہبود اور محققانہ تحریک کرہے۔ اردو ترجمہ اونہ راشستہ پاچ روپے۔

عمرو فاروق اعظم | ۱۷ بیٹے صفوی اور فتح اعظم خلیفہ شاہی کا حقیقت انسفل اور شریان شان تذکرہ دیکھیں ایمان افراد روپے۔

مکاتیب امام غزالی

حضرت امام غزالی کے ان نایاب اور گران قد رخطوط کا جامعہ جو سلطنتی وزراء، اعيان و امراء حکومت اور ائمہ و فقہاء دین کے نام لکھے گئے۔ متوجهہ عبد الوہاب فہری۔ موتیں۔ احمد غزالی۔ قیمت تین روپے اربہ و نیتے۔

فنون الشانیت

کوہ روسیں پر جعلیے صدیقی کی شہورہ ایفت جو جدید ہے اور والد نہ شنیدنی سے ماحصل پورے ہوئے کے ساتھ ساتھ جیو دلچسپ اجاس اور فکر ایگزی سے بیک پھیا۔ ایک ۲۵ روپے مظلومت۔ بیرون جلد گولہ روپے

مقالات جمال الدین افعانی

جد حسین صدیقی کے مجدد اور مفکر جمال الدین افعانی کے اندھی از رذ اولو ایگزی روح درود عزم آفریں اور دعائیانہ خوبی خلیفات۔ مقالات کا مشتمل اردو ترجمہ۔ مجلد چار روپے۔

فتح الغیب

مشہور زاد شیخ عبد القادر جیلانی کے مقالات عالیہ مصل عربی کتاب سے ملیں و عام قوم ترجیح کیا گیا۔ ایمان از رذ تعیینات کا نیجہ جو مدیر سلطان کے طالعہ کی پڑی ہے۔ قیمت پندرہ روپے۔

تذکرة حضرت شاہ ولی اللہ

حضرت مجدد اعظم کی زندگی اور ان کے خود ایقانی کا شرح و توضیح۔ اثر۔ علام بناظر احسن گیانی مردم۔ قیمت محلہ حارہ روپے پیاس نئے ہے۔

حدیث اور قرآن

حدیث اور قرآن میں باہمیک ربط ہے؟ رلت کسے کہتے ہیں اسنت کا سفہم کیا ہے و مخفی زناک۔ اس کتاب سے اولاد نامودو: دی چھبیت عمدی سکلوں، حدیث کے گواہ کن و ترقی کار دیکھا ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔

تذکرة سیمان

حضرت علام میرزا سیمان ندوی کے ادوازندگی کا جائزہ، ایمن ان کے کشیدہ و حالی از تقدیر اور ادیج کی تفصیل ایچ حصہ میں مکالات اور اصولی ترمیت کا ذکر اور آفریں طریقہ ترمیت کا کامل مرقع۔ قیمت مجلد مرات روپے پیاس نئے ہے۔

مکاتیب زندان

مولانا مودودی، مولانا امین حسن اصلاحی اور مسیان طفیل احمد کے وہ خطوط جو زمانہ تقدیر و مہینیں میں سے لکھے گئے۔ سبق آموز دلیل ذیر۔ قیمت دو روپیہ۔

تجھی کا خلافت نمبر مقبولیت حصل ہوئی۔ اسکی

دائیگی افادیت ہی کے پیش نظر اسے زائد چھپوا یا گیا تھا۔ اب بھی کچھ مقتدر اور بخوبی۔ جلد طلب فرمائیں۔ قیمت ایک روپیہ۔

تجھی کا خاص نمبر ۲۵۶

ایمان عمل کے علیٰ دینی مسئلہ پر عکار آراء بحث۔ بدعتات کا مفہوم
روادور دوسری مفید و لچک پڑیں۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

بدعت کیا ہے؟

بدع کے روادور نت کے اثاثتیں ایک علمی اثنان مقبول ترین کتاب
یہ آپ کو حقائیکے ہائیں بہت مدد دے گی۔ مجلد تین روپے۔

تذکیرہ نفس

مولانا امین حسن اصلاحی کی مشہور کتاب جس میں تذکیرہ نفس کے تمام پہلوں پر نکرا لگیں اور مفید و موتکر گفتگو کی گئی ہے۔ قیمت مکمل و جلد چھ روپیہ۔

مکاتیب شیلیمان

مولانا یوسفیان ندویؒ کے خطوط مولانا سعد عالم
ندویؒ کے نام۔ قیمت مجلد تین روپیہ۔

عقائد الاسلام

تصیر حقانی کے شہرہ آفاق مفسر مولانا عجی راحی حقانی کی صد نظر
کتاب جو اسلام کے عقائد سے روشناس کرتی ہے۔ مجلد چار روپے۔

اسلام کا نظام عدل

دنیاۓ عرب کے مشہور صاحب تلمیح عالم استاذ سید قطب کی
بلند پایہ عربی فضیف کا عمود اور دو ترجمہ سر جیں اسلام کا نظام
عدل کی پیر حمال شرح کی گئی ہے۔ مجلد چار روپے۔

تاریخ اسلام کے حیرت انگیز ملحات

تاریخ کے بعض دلچسپ اہم اور تعجب بخیز و اذوات کا
عمرت آموز میان۔ قیمت تین روپیہ۔

نظم الملک طوسی

الب ارسلان کے وزیر بکیر ابوعلی حسن بن علی کی سیوط
سوال ختمی۔ قابل اعتماد امارتی مواد۔
مؤلفہ۔ مونوی عبد الرزاق صاحب کا پیوری مصنف البرامکہ
قیمت بارہ روپے۔

فتنه انکار حدیث کا منظر و پیش نظر

مسکن حديث کے روپیں ایک
ہبھوڑ مل اور دلچسپ کتاب۔ ایک ہر اشتباہ کا جواب۔ انکان کا
کی پوست کردہ حقیقت اور ان کے موقع کی تعریف کا اثبات۔ پڑھنے
اوہ لشیں تقدیم۔ قیمت مکمل سرحدہ سائیٹھ تیرہ روپیے۔

چراغ راہ (کراچی) کا

اسلامی قانون نمبر

یہ خیتم نمبر شالی شہرت حاصل کرچکا ہے۔ اسے اسلامی قانون کی اس تیکلوفہ پر یا کچھ جس کی تدوین و تکمیل میں عرب و عجم کے طے طے افضل روا تمہرے حصہ ہے۔ ایک سے ایک اعلیٰ مقام پر یعنی منتخب منظومات۔ نقشہ۔ گوشوارے۔ خاکے۔ دو مبسوط حصوں میں۔ قیمت مکمل آٹھ روپے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کی چار کتابیں اور دو لباس میں

الوسیله ایسے کی حقیقت اور شرعی حدود کیا ہیں۔ کیا سنت ہے اور کیا بدعت۔ کونسا راستہ فلاح آخوت کا ہے اور کونسا مگر ابھی کا۔ لا جواب تھیقی مواد۔ قیمت مجلد لزوپے۔ تفسیر ایت کویہ کی تین پیپرے رجید ملائیں ہیں یہیں
وجہ و سہماں اکانا بجانا تو ایں عس وغیرہ کے باشے میں بے نظر گفتگو۔ پیش لفظ مدیر تخلی کا ہے۔ قیمت ایک روپی۔
مناسک حج اور مقالہ حج کے باشے میں تحقیقات مواد۔ قیمت مجلد تین روپے۔

حمل افریق معاویہ و زیر مدد

جاح محمد جعیسی کی وہ ہنگامہ خیز کتاب جس کے نائل قابوہ اور تحقیقی مواد کا جواب نہ پاک شیعہ اور اہل بدعت حضرات نے حکومت کا دروازہ چھانکا اور بعض مقامات پر اسے ضبط کرایا۔
 واقعات کریلا اسوہ زریڈ موقوف حسین اور شیعی اندراز نظر کی گئی شیع و تقدید۔ سیخا، وزبان، علمی، بحث۔ باوفاراست دا، تاریخ کرلا کے متعلق ایک نیا لیکن تحقیقی زاویہ نظر۔ قیمت جانچ روپے۔

علامہ ابن جوزی کی ممتاز اصولی جو تالیف

تبلیغ ایلہیس (اردو)

متوجهہ: مولانا ابو محمد عبد الحق عظم الدهی

مسلمانوں کے ہر طبقہ اور ہر جماعت کی کمردیوں سے بے اختدالیوں اور غلط فہمیوں کی کشان دہی۔
 مذاہب کی تاریخ اور مگر اہل فرقتوں کے عقائد کا بیان۔ مکائد شیعی طافی کی مبسوط اور عبرت اگریز داستان۔ قیمت دو روپے۔

• فہرست ذکر (مجلد) تین پیپرے۔ احکام سلطانیہ۔ مصنفوہ۔ علماء ابو الحسن ماوردی مترجم۔ سبق انتظام المذہبی۔ مجلد چھ روپے

سماں ہزار الفاظ کی مکمل عیسیٰ اردو ڈکٹشنسی

مکارات و ضرب الامثال نیز اہم اشیاء کی
نادر تصاویر کا شاہکار

عوں سیکھنے والوں کے لئے تخفیف نادرہ

القاموس انگریزی

ایک فتح الشان اردو عربی ڈکٹشنسی

بے شمار اردو الفاظ کے عربی مترادفات کے
حساں وہ اس میں ضرب الامثال، حکایات اور
زبان کے سنتے تغیرات کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے
ضروری صفات پر تصاویر کے ذریعہ سخنوم کو
 واضح کیا گیا ہے۔

مفید بیش قیمت اور جیلیل القدر
قیمت مجلد سائیں روپے

المترجمہ دارودو

المترجمہ انگریز زبان کی لذت میں خصوصی تفاوتیں ہیں۔
ایک اس سے صرف عربی دانہ ہی فائدہ اٹھائے سکتے ہیں لیکن اب
اُردو دانہ بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔ اس ترجمہ طیش میں متعدد
خوبیاں اور بھی ہیں نیا مقدمہ بھی شامل کیا گیا ہے جو میں لغت کی
تائیخ اور ماہرین لغت کے حالات درج ہیں۔

ضخامت ڈیڑھ هزار سے نہ اسٹل
قیمت مجلد ستائیں روپے

مولانا ابوالکلام آزاد کی چیتاں مذکورہ۔ شاریعہ۔ آزاد کی ہانی خود آزاد کی زبانی۔ چھ روپے
• مقالات آزاد۔ دو روپے • مضامین البلاع۔ پونے چار روپے
• عیدین۔ طریقہ روپے • شہادت حسین۔ طریقہ روپے۔
حقیقت الصلوة۔ ۵ نئے پیسے • مضامین آزاد۔ دو روپے • ملفوظات آزاد۔ ڈھانی روپے۔

شاہ جہاں کے ایامِ اسیری

عبد اور نگفٹ بیب

مشہور فرانسیسی ساتھ داکٹر بنیسر کا بارہ سالہ
روزنامہ (۱۸۵۶ء - ۱۸۶۳ء) جس میں

شاد جہاں کے آخری دو رکھاں، اور نگفٹ بیب کی بھائیوں کے
کشکش، مغل شہنشاہیت کے پس پردہ واقعہ اور اس دو ر
کے پیاسی معاشری اور مذہبی حالات کو نہایت لکھ انداز
بیکری کیا گیا ہے۔ قیمت مجلد بارہ روپے۔

شهر دینی اشایر دازم صدیقی کی چند کتابیں

تحریک سلامی اپنے لٹریچر کے آئینے میں ڈیڑھ روپیہ
معروف ڈنسلری تین روپے
تحریک دعیر تین روپے

تازیانے

زین القضاۃ احمد بن محمد بن حمید کی
مشہور کتاب المثلیحات کا اُردو ترجمہ
(مع عربی متن) عبرت آموز حکایتیں۔ سبق آموز
تخلیقیں۔ قیمت مجلد تین روپے

اچھی کتابوں کا مطالعہ بہترین نعمت ہے
 لیکن — اس نعمت کا مدار صحت مندا آنکھوں پر ہے
 اور آنکھوں کی صحت کیلئے سرسامنہ



ایک جانی پہچانی چیز ہے

آپ کا بیس سالہ پر اناخادم

مضبوط شیشی — مضبوط خول — تازہ اور محفوظ



شیشی ایک ساتھ دو گانبیوں کو ذائق خرج ملت
 غالعنستی کیمیا می سلاانی دو آنے

پنچ پانچ ایجڑ، سیخ بیٹی اسیں ذائق خرج نہیں دینا پڑے گا۔ اگر زمان سکلے تو اس سے طلب کیجئے۔

دار الفضل رحمانی (دیوبندی ریزی)

جَعْلِيٰ مُكْتَفِيٰ لِعَلَّةِ الْقُرْآنِ وَسَعْلَةِ

تم میں بہتر دہ شخص ہے جو قرآن بکے اور سکھائے

حکیمِ لامبَتْ حضرت مولانا اشرف نبی صاحب تھا نوی قدس اللہ سرہ کی مشہور و معروف تفسیر

مُكْمَلٌ تَفْسِيرٌ بِيَانُ الْقُرْآنِ عَلَى سُلْطَانِ رُو

صل نئے مطبوعہ تھانہ بھون سے فلاؤ آفیٹ کے ذریعے

مثالی خوبیوں کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے

تفسیر پاچالیس سال سے یافیسر بیشتر مقامات نے بارہ شائع ہو چکی اور بورسی ہے۔ لیکن جس انتظام اور خوبیوں کے ساتھ حضرت تھانوی نے اپنی نگرانی میں تھانہ بھون سے شائع کرائی تھی اب تک کوئی دوسرا مطبع شائع نہیں کر سکا۔
الحمد للہ! اب ادارہ تفسیر دیوبند نے تھانہ بھون کے مطبوعہ ۳۰۰ نئے کاغذوں لیکر نہایت موزوں سائز پر مطبوعہ پروگرام کی شکل میں طبع کرنے کا اہتمام کیا ہے!

طرق اشاعت

- ۱- اس اشاعتی پروگرام میں شریک ہونے کے لئے صرف ایک روپیہ نیس ممبری ارسال کر کے اپنا نام اور پیٹ
- خریداروں کے رجسٹر میں درج کر لیں۔
- ۲- قیمت فی جلد تین روپے رہے، مخصوصاً ایک روپیہ۔
- ۳- ممبران کو ہر ماہ ایک جلد صرف تین روپے میں بذریعہ دی پی ارسل کیجا گی مخصوصاً ایک معاف ہو گا۔
- ۴- مکمل تفسیر ۲۲ جلدیں ہیں تیار ہو گی، ہر ایک جلد میں تقریباً سوا پارہ کی تفسیر ہو گی۔
- ۵- پانچ احباب ملک ایک پتہ پر پانچ جلدیں طلب کر لیں گے تو صرف بارہ روپے میں پیش کی جائیں گی۔
- ۶- ایجنت حضرات اور تاجران کتب کو معقول کیشن دیا جائے گا عملاً خظ و کتابت سے طغیا میں۔

تعاون کاظمیاب: میمنجہر ادارہ تفسیر دیوبند (ریوپی)